ماہنامہ

حکمت بالغہ

جنوری2011

مدیر: انجینئر مختار حسین فاروقی

قرآن اکیڈمی

جھنگ پاکستان

فون اور فیکس:-0092-47-77628261

ای میل:hikmabaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ: http://www.hamditabligh.net

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورۃ الملک (67)

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَوَ لَمۡ يَرَوۡا اِلَى الطَّيۡرِ فَوۡقَهُمۡ صٰٓفّٰتٍ وَّ يَقۡبِضۡنَ

اُنہوں نے اپنے سروں پر اُڑتے جانوروں کو نہیں دیکھا،

جو پروں کو پھیلائے رہتے ہیں اور ان کو سکیڑ بھی لیتے ہیں

مَا يُمۡسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحۡمٰنُ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَىۡءٍۢ بَصِيۡرٌ O

اللہ کے سوا انہیں کوئی تھام نہیں سکتا بے شک وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے

اَمَّنۡ هٰذَا الَّذِىۡ هُوَ جُنۡدٌ لَّكُمۡ يَنۡصُرُكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ الرَّحۡمٰنِ

بھلا ایسا کون ہے جو تمہاری فوج ہو کر اللہ کے سوا تمہاری مدد کر سکے

اِنِ الۡكٰفِرُوۡنَ اِلَّا فِىۡ غُرُوۡرٍ O

کافر تو دھوکے میں ہیں

اَمَّنۡ هٰذَا الَّذِىۡ يَرۡزُقُكُمۡ اِنۡ اَمۡسَكَ رِزۡقَهٗ

بھلا اگر وہ اپنا رزق بند کر لے تو (تمہارے معبودوں میں سے) کون ہے جو تم کو رزق دے؟

بَلۡ لَّجُّوۡا فِىۡ عُتُوٍّ وَّ نُفُوۡرٍ O

لیکن یہ سرکشی اور نفرت میں پھنسے ہوئے ہیں۔

اَفَمَنۡ يَّمۡشِىۡ مُكِبًّا عَلٰى وَجۡهِهٖۤ اَهۡدٰٓى

بھلا جو چلتا ہے اوندھا اپنے منہ کے بل، وہ سیدھی راہ پائے

اَمَّنۡ یَّمۡشِیۡ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ O

یا وہ جو چلے سیدھا ایک سیدھی راہ پر؟

قُلۡ هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَكُمۡ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمۡعَ وَ الۡاَبۡصَارَ وَ الۡاَفۡئِدَةَ

وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے

قَلِیۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ O

(مگر) تم کم احسان مانتے ہو

﴿صدق اللہ العظیم﴾

حرف آرزو

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ

انجینئر مختار فاروقی

ماہنامہ حکمت بالغہ کے جنوری 2011ء کے اس شمارے سے ہم پانچویں سال میں قدم رکھ رہے ہیں۔اس موقع پر ہم رب کائنات ذوالجلال والاکرام کا شکرادا کرنا ضروری سمجھتے ہیں جس نے ہمیں یہ توفیق بخشی ہے کہ ہم اس اہم ذمہ داری کو نبھاسکیں۔اسی نے وسائل بخشے اوراسی ذات اقدس کا بے پایاں احسان شامل حال رہا کہ ہم قدم بہ قدم اس رسالہ کی ماہانہ اشاعتوں کو باقاعدگی سے قارئین کی خدمت میں پیش کر سکے۔

اسی ذات اقدس کا اس بات پر بھی شکر ہے کہ گزشتہ سال جنوری 10ء میں جو پروگرام ترتیب پایا تھا وہ مجموعی طور پر مکمل ہوگیا۔قرآن اکیڈمی جھنگ میں منعقد ہونے والے 20 اہم شخصیتوں کے سیمینار کی حکمت بالغہ میں اشاعت نومبر 10ء میں بحمداللہ مکمل ہوگئی۔اسی نے ممکن بنایا کہ ہمارے لئے دسمبر 10ء میں ''دوقومی نظریہ اور پاکستان کا نظریاتی نظام تعلیم'' پر خصوصی اشاعت کا اہتمام کر سکے۔گزشتہ برس کے پروگراموں میں ایک مضمون ''الصلوٰۃ'' شامل اشاعت نہیں ہوسکا اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ حالات سازگار فرمائے کہ یہ تحریر مکمل ہوجائے اور قارئین تک پہنچ سکے۔

ارادہ ہے کہ اس سال قربِ قیامت کے حوالے سے احادیث میں جو دس مشہور نشانیاں

بیان ہوئی ہیں ان کا تذکرہ سلسلہ وار ایک ایک کر کے قارئین تک پہنچا جائے تاکہ بیداری کی فضا پیدا ہو اور ہم مسلمان جاگ کر اپنے دینی فرائض ادا کرنے پر کمر بستہ ہو سکیں۔اس سلسلہ کی تمہیدی اور تعارفی تحریر اس اشاعت میں شامل ہے۔اُمید ہے کہ قارئین اس سلسلہ مضامین کو مفید پائیں گے۔

اس شمارے میں ایک خطاب آڈیو کیسٹ سے اتار کر شامل اشاعت کیا جا رہا ہے عنوان ہے ''تعارف قرآن اور عظمت قرآن''،اس موضوع پر ہر سال رمضان المبارک میں ترجمۃ القرآن کا آغاز کرتے ہوئے اظہار خیال ہوتا ہے،1995ء کے دورۂ ترجمۃ القرآن کی کیسٹ سے اتار کر قارئین کی خدمت پیش کیا جا رہا ہے۔اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ یہ تحریر لوگوں میں 'رجوع الی القرآن' کا جذبہ پیدا کرنے کا ذریعہ بنے گی اس لئے کہ آج ہم مسلمانوں کی ذلت و نکبت کے خاتمے اور دشمنانِ اسلام اور دشمنانِ دین کی سازشوں کا مقابلہ کرنے کا جذبہ پیدا کرنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ ہم قرآن مجید...... جسے ایک فرمانِ رسالت مآبﷺ میں ''حبل الله المتين''فرمایا گیا ہے' کو مضبوطی سے پکڑیں اور اس کے احکام کو حرز جان بنائیں۔یہی قرآن مجید ہمارے آقا حضرت محمدﷺ کا خُلق تھا (کان خلقه القرآن ......عن عائشہؓ) اور ہمارے لئے کامیابی کا راستہ بھی یہی ہے کہ آپﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا سیکھنا سیکھانا، اقامت دین اور تبلیغ دین کو اپنا شعار بنائیں اور ع قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن کا مصداق بن کر زندگی گزاریں۔اُمت کے دگرگوں حالات میں مثبت تبدیلی لانے کا یہی واحد راستہ ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کام کی توفیق ارزانی فرمائے آمین اور بالخصوص پاکستان میں اس فکر کو قبول عام عطا فرما دے۔آمین

اعتذار حکمت بالغہ کے گزشتہ (دسمبر 10ء) شمارے میں درج ذیل غلطیاں سہواً ہو گئی تھیں۔

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اصلاح فرمالیں۔

1۔صفحہ 68 کی 7 نمبر سطر پر ''حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ'' کی جگہ حضرات ابوبکرؓ اور عمرؓ ہونا چاہیے تھا

2۔صفحہ 126 کی 18 نمبر سطر پر لفظ 'بے حیائی' غلط جگہ درج ہو گیا ہے' جو کہ اس سے نیچے والی سطر میں اس طرح ہونا چاہیے تھا......'بے حیائی اور غیر اخلاقی سرگرمیوں کا سدباب ہو جائے گا'

تعارفِ قرآن وعظمت قرآن

انجینئر مختار فاروقی

یہ بات قارئین کے علم میں ہے کہ رمضان المبارک کی مبارک راتوں میں ایک عرصے سے ملک کے بہت سے شہروں اور مراکز میں قرآن مجید کا ترجمہ، مختصر تشریح کے ساتھ بیان ہوتا ہے۔ اس موقع پر عموماً پہلی رات قرآن مجید سے متعلق عمومی دلچسپی کی باتیں بیان ہوتی ہیں تا کہ اس عظیم کتاب ہدایت سے متعلق ہمارے عقائد اور ان کی اساسات بھی بیان ہو جائیں اور دیگر معلومات بھی ایک ہی نشست میں بیان ہو جائیں تا کہ فکری اور نظری زادِ راہ کے ساتھ تازہ دم ہو کر ترجمۃ القرآن کے کٹھن سفر پر کمر بستہ ہو سکیں۔

رمضان المبارک 1416ھ (1995ء) کے دورۂ ترجمۃ القرآن کو چونکہ ریکارڈ کر لیا گیا تھا لہٰذا اس بیان کو آڈیو کیسٹوں سے اتار کر معمولی کمی بیشی کے بعد تکرار کو ختم کر کے شائع کیا جا رہا ہے۔ امید ہے یہ قارئین کے لئے مفید رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حالات سازگار فرمائے تو اس سلسلہ کو جاری رکھیں گے۔ (ادارہ)

الحمد للّٰہ وکفٰی و الصلاۃ و السلام علی سید الانبیاء محمد المصطفی ﷺ و علی عبادہ الذین اصطفی: اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

(یونس) صدق اللّٰہ العظیم

ربّ اشرح لی صدری و یسّرلی امری و احلل عقدةً من لسانی یفقھوا قولی

حضرات جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ رمضان المبارک کی آمد آمد ہے اور عین ممکن ہے کہ اس کا آغاز ہو چکا ہو ہمارے علم میں ابھی نہ ہو کہ اعلان نہیں ہوا، تاہم آج آخری شعبان تو ہے ہی، کل اس کا آغاز ان شاءاللہ ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ہی جیسا کہ آپ کو معلوم ہے آج کی نشست میں مجھے قرآن مجید سے متعلق چند ابتدائی باتیں آپ کے سامنے رکھنا ہیں اور آپ کے گوش گزار کرنا ہیں۔

جو عنوان تحریر کیا گیا ہے وہ ہے ''تعارف قرآن وعظمتِ قرآن'' میں سمجھتا ہوں کہ یہ تعارفِ قرآن اور عظمتِ قرآن باہم لازم وملزوم ہیں اس لئے کہ تقریباً ہر زبان میں یہ بات سمجھی جاسکتی ہے اور ایک مشہور محاورہ ہے کہ جتنا آدمی کسی چیز کو پہچانتا ہے اتنا ہی اس کی عظمت کا ادراک کرسکتا ہے۔ کوئی شخص کسی چیز کو بہت سطحی سا پہچانتا ہے تو اتنا ہی اس کے دل میں اس کی عظمت اور اس کا اعتراف ہوگا اور اگر آدمی کے دل میں واقعتاً اس کا تعارف پورے طریقہ پر ہے اس کا احساس ہے کہ یہ کتنی بڑی چیز ہے کتنی بڑی نعمت ہے، یا کسی انسان سے متعلق اس کا تعارف ہے کہ واقعتاً یہ بہت بڑا پڑھا لکھا آدمی ہے ایک عظیم انسان ہے تو اس کی عظمت کا احساس اس کے دل پر اسی درجہ میں ہوگا اور اس کا اظہار بھی اسی درجہ میں ممکن ہے۔ تو تعارف قرآن اور عظمت قرآن یہ دونوں یوں سمجھئے کہ ایک ہی عنوان ہے ایک ہی چیز کے دو رخ ہیں۔

تعارف قرآن سے متعلق بنیادی باتیں

پہلے چند باتیں میں تعارفِ قرآن کے ضمن میں آپ کے سامنے رکھوں گا تعارف قرآن کے عنوان سے متعلق وہ بنیادی باتیں جو ہمارے عقائد اور ہماری ایمانیات کا حصہ ہیں اور ان میں کوئی اختلاف بھی نہیں ہے یعنی متفق علیہ ہیں، وہ باتیں کونسی ہیں؟

ان میں سے چند باتیں میں نے نوٹ کی ہیں اور میں سمجھتا ہوں آپ سب کے علم میں پہلے سے بھی ہیں۔ لیکن جن حضرات کو مستحضر ہیں ان کے لئے بطور تذکیر اور یاد دہانی ہوں گی اور جن حضرات یا نوجوانوں کے علم میں پہلی مرتبہ آئیں گی ان کے لئے یقیناً فائدہ مند ہوں گی۔

پہلے درجے میں تو چند سطحی سی چیزیں ہیں جو قرآن مجید سے متعلق تقریباً ہر وہ شخص جو ذرا سا بھی دین سے تعلق رکھتا ہے اسے معلوم ہیں، میں صرف ان کو دہرا رہا ہوں کہ یہ حقائق قرآن مجید سے متعلق ہماری ایمانیات کا حصہ ہیں۔

(1) یہ قرآن مجید ــــــــــــ اللہ کا کلام ہے، یہ کوئی عام تصنیف یا کوئی عام کتاب نہیں ہے، یہ کسی کی 'آورد' یا بنائی ہوئی بات نہیں ہے، کسی کی کوئی کاوش اس میں شامل نہیں ہے، بلکہ یہ اللہ کا کلام ہے، کلام اللہ ہے، خود قرآن مجید میں اس کو 'کلام اللہ' کہا گیا ہے۔

(2) یہ کلام اللہ ــــــــــــ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر بذریعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوا ہے۔ وحی کی کئی شکلیں قرآن مجید میں مذکور ہیں ان میں سے اللہ کا جو پیغام یا اللہ کا کلام بذریعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اترا ہے وہ ہمارے سامنے قرآن مجید کی شکل میں موجود ہے۔ یہ بات بھی ہمارے عقیدے میں شامل ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کی وساطت سے یہ قرآن مجید تقریباً 23 قمری سالوں کے دوران اترا ہے۔

(3) یہ قرآن مجید جو آج ہمارے سامنے ایک مجلّد شکل میں موجود ہے۔ قرآن کا لفظ جب بولا جاتا ہے تو ذہن میں فوراً ایک کتاب کا نقشہ آجاتا ہے کہ ایک مجلّد سنہری سی کتاب ہے۔ تو یہ کتاب قرآن مجید ہر اعتبار سے محفوظ ہے اور دشمنوں کی شرارتوں اور اعداء کی وسوسہ اندازیوں سے مامون ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے ہر طریقہ سے بچا کر رکھا ہوا ہے۔ قرآن مجید کی سورۂ حجر میں فرمایا گیا ہے:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر۔9)

''بے شک ہم نے ہی یہ الذّکر (قرآن مجید) نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں (اس کی حفاظت کرنے والے ہیں)''

یہ تین باتیں ہیں جو ہمارے عقیدے میں شامل ہیں کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، محمد رسول اللہ ﷺ پر بواسطہ جبرائیل نازل ہوا (جو آج ہمارے سامنے اس کتاب کی شکل میں موجود ہے) یہ ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے یہ وہی کتاب ہے جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے حوالہ کر گئے تھے اور اس کو ہم تو عقیدۃً مانتے ہیں تسلیم کرتے ہیں بہرحال دشمن بھی یہ

رائے رکھتے ہیں کہ یہ وہی کتاب ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ اپنے پیروکاروں کے حوالہ کر کے گئے۔

(4) اسی قرآن مجید میں ہے کہ یہ کتاب جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی عربی زبان میں ہے۔قرآن مجید میں کہا گیا

اِنَّـا جَـعَلۡنَاهُ قُرۡآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ وَ اِنَّهٗ فِىۡ اُمِّ الۡكِتٰبِ لَدَيۡنَا لَعَلِىٌّ حَكِيۡمٌ O (الزخرف۔3)

''ہم نے اس قرآن کو عربی بنایا ہے تا کہ تم سمجھو اور بے شک یہ (قرآن مجید) ایک بڑی کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں تھا جو ہمارے پاس (لکھی ہوئی اور) بڑی فضیلت (اور) حکمت والی ہے''

(5) یہ قرآن وہ ہے جو لوحِ محفوظ میں محفوظ کیا گیا ہے قرآن مجید میں کہا گیا ہم نے لوح محفوظ سے اس کو عربی بنا کر آپ کی طرف اتارا ہے۔لوح محفوظ پر یہ قرآن کس شکل میں موجود ہے؟ ہم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔اللہ نے اس کو ہمارے لیے عربی زبان کا قرآن بنا کر اتارا ہے اور یہ بات آج آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ہے کہ ایک ہی چیز ہے جو کئی طرح سے محفوظ ہو سکتی ہے یہ قرآن مجید ———— اللہ کی کتاب ہے۔جو آدمی اس کو نہیں سمجھتا اس کے لئے یہ چند کاغذ ہیں جن پر گتے کی ایک جلد چڑھی ہوئی ہے اور جو اس کو سمجھتا ہے واقعتاً اس کی زبان سمجھتا ہے اور اس کے معنی سمجھتا ہے اس کے لئے ———— اس کتاب ———— کے اور معنی ہیں۔یہی قرآن مجید اگر قرأت (AUDIO) کی شکل میں ہو تو چند آڈیو کیسٹیں ہیں۔اس کی شکل تبدیل ہوگئی لیکن ہے تو وہی قرآن مجید۔یہی اگر کسی کے ذہن میں محفوظ ہے اور قلب میں محفوظ ہے تو اسی قرآن مجید کی شکل ہی بدل گئی۔اب ہم اس کو محسوس بھی نہیں کر سکتے اور دیکھ بھی نہیں سکتے۔اسی طرح اگر یہی قرآن مجید ایک کمپیوٹر کی ڈسک کی شکل میں ہوگا تو اور نا قابل فہم ہو جائے گا عام آدمی محسوس ہی نہیں کر سکتا کہ واقعتاً اس ڈسک میں کیا چیز ہے۔ویڈیو کی فلم کی شکل میں ہوگا تو بھی نا قابل فہم چیز ہے اس معنی میں کہ آدمی اس کو بہر حال بظاہر محسوس نہیں کر سکتا کہ یہ قرآن مجید ہے‘ اسی طریقے پر یہ وہ شکلیں ہیں جو ہمارے عام تجربے میں اور ایجادات کی صورت میں ہمارے سامنے آ چکی ہیں۔تو لوحِ محفوظ پر یہ قرآن مجید کس شکل میں ہے ہم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔قرآن مجید میں جو اللہ

تعالیٰ نے فرمادیا ہے وہی ہمارے لئے رہنمائی ہے۔ اِنَّـا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا اس ہدایت کو جو لوح محفوظ میں ہے اور جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر اتارنا ضروری تھی اس کو ہم نے عربی زبان کی شکل میں اے محمد ﷺ آپ کی طرف اتار دیا ہے۔

کلام اللہ ہونا......قرآن مجید کی عظمت کی اصل بنیاد

جہاں تک پہلی بات کا تعلق تھا جو ہمارے عقیدے میں شامل ہے' اس کی وضاحت کی اس لئے ضرورت ہے کہ شاید ہم صرف کلام اللہ کہنے سے قرآن مجید کی جو عظمت اس لفظ میں آئی ہے اس کا ادراک نہ کرسکیں۔

کلام اللہ کے معنی ہیں کہ یہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اور عام طور پر یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ کلام متکلم ؔکی صفت ہوتا ہے۔ مثال سے سمجھیں، ایک آدمی جو کم پڑھا لکھا ہے وہ اگر گفتگو کرتا ہے تو اس کی ساری شخصیت اس کی گفتگو سے جھلکتی ہے اور چھلکتی ہے کہ اس میں علم کتنا ہے، فہم کتنا ہے، گہرائی کتنی ہے اور معلومات کتنی ہیں، اس کی ذہنی سطح کیا ہے اس کی سوچ کیا ہے، اس کی پسند ناپسند کیا ہے، یہ سب چیزیں اس کے کلام سے جھلکتی ہیں۔ اسی طریقے پر ایک پڑھا لکھا آدمی ہے اور وہ گفتگو کر رہا ہے۔ ایک قرآن کا عالم اور باعمل انسان گفتگو کر رہا ہو تو یقیناً وہ گفتگو جیسے 'دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے' کے مصداق ہوگی۔ تو متکلم کی ساری شخصیت اس کی گفتگو سے جھلکتی ہے۔ اسی پر قیاس کریں کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے__________ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ یہ کلام__________ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اللہ کے تمام اسمائے حسنیٰ اور اللہ تعالیٰ کے جو بھی اسمائے گرامی ہیں ان سب کی جھلک اس کلام میں موجود ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں جانتے ہیں اور قرآن مجید میں ہے کہ اس کے بہت سارے اسمائے گرامی ہیں۔ سورۃ الحدید (57) میں ہے:

هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ

پھر ایک دوسری جگہ فرمایا: هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ

وہ اللہ خود زندہ ہے، الحیّ ہے اور القیوم ہے، اسی طریقے پر اللہ کا یہ کلام قرآن مجید زندہ پائندہ کلام ہے، اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کی تروتازگی اور اس کے علم وحکمت پر کبھی بوسیدگی طاری نہیں ہوگی اور

قیوم ہے قائم رہنے والا ہے اور قائم کرنے والا بھی ہے۔ جو کوئی بھی اس کے ساتھ چمٹ جائے گا اور اس کے ساتھ اعتصام اختیار کرلے گا یقیناً وہ بھی اس کے ساتھ 'امر' ہو جائے گا اور قائم و دائم ہو جائے گا اور وہ (اللہ تعالیٰ) ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اسی طریقے پر اس کلام کی بھی صفات ہیں ظاہر میں صرف ایک کتاب مگر درحقیقت مظہر ذات خدا۔ علامہ اقبال کے وہ اشعار جو فارسی میں ہیں اگرچہ آپ نے سن رکھے ہوں گے۔ میں تو صرف ہدیہ ہی کے طور میں اس خاص موقع کی مناسبت سے آپ کو سنا رہا ہوں۔ اس دور میں واقعتاً علامہ اقبال نے جس درجہ قرآن کی عظمت کو محسوس کیا اس کو بیان بھی کر دیا ہے انہوں نے اس کو پہچانا ہے کہ واقعتاً یہ اللہ کا کلام ہے اور اسی درجہ میں اس کی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔ علامہ اقبال نے فرمایا:

فاش گویم آنچہ در دل مضمر است ؎
ایں کتابے نیست چیزے دیگر است

میرے دل میں جو بات پوشیدہ ہے میں سیدھی سیدھی تمہارے سامنے رکھ دیتا ہوں کہ یہ قرآن مجید ایک کتاب نہیں ہے بلکہ کوئی اور 'شے' ہے۔ یہ کتاب نہیں ہے اس کو دنیا کی عام کتابوں کی طرح کتاب نہ سمجھو۔

حرف او را ریب نے' تبدیل نے' ؎
آیہ اش شرمندۂ تاویل نے'

اس میں کوئی شک نہیں ہے، قرآن مجید کے الفاظ ہوں اور ان میں شک ہو ایسا ہو ہی نہیں سکتا اور اس کے الفاظ ہوں اور تبدیل ہوں ایسا ہو ہی نہیں سکتا اور اس کی جو آیات ہیں اس کی تاویل کر دی جائے یا اس کو کوئی غلط معنی پہنا دیا جائے یہ ممکن نہیں ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اللہ کے جو اسمائے حسنیٰ سورۃ الحدید میں آئے ہیں ھو الاول و الآخر و الظاھر و الباطن اسی سے ملتی جلتی انہوں نے قرآن مجید کی تعریف کی ہے۔

مثل حق پنہاں و ہم پیداست او ؎
زندہ و پائندہ و گویاست او

یہ قرآن حق کے طرح پر پنہاں بھی ہے، باطن بھی ہے اور پیدا بھی ہے، ظاہر بھی ہے۔ یہ زندہ

(رہنے والی) کتاب ہے اور ہمیشہ رہنے والی کتاب ہے، ایک پائیدار کتاب ہے۔ تو جیسے اللہ کی صفات ہیں، اللہ کے اسماء ہیں اسی طریقہ پر جو اللہ کا کلام ہے اس کی صفات شانیں بھی وہی ہیں۔

پھر یہ قرآن مجید جس ہستی پر اترا ہے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ————— اور جس طریقہ پر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی اس تجلی کا بوجھ برداشت کیا ہے وہ ایک تفصیل طلب تذکرہ ہے لیکن خوش قسمتی یہ ہے کہ ایک شعر میں علامہ نے اس کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ قرآن کا نور جس درجہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دل میں تھا کوئی اور اس کا نہ دعویٰ کر سکتا ہے نہ سوچ سکتا ہے ہاں درجہ بدرجہ ہوسکتا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل میں اس کے بعد تابعین رحمہم اللہ کے دل میں تبع تابعین کے دل میں اور شاید کوئی ذرہ ہم میں سے بھی کسی کو نصیب ہو جائے۔ دراصل نورِ قرآن اپنی اتمامی، تکمیلی اور مکمل شکل میں صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب مبارک ہی میں تھا۔ تو علامہ نے فرمایا

ے

نور قرآن درمیان سینہ اش

جام جم شرمندہ از آئینہ اش

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے سینے میں نورِ قرآن محفوظ ہے موجود ہے اور صاف ظاہر ہے اس میں کوئی شک نہیں ہوسکتا اور جو سینہ نورِ قرآن سے منور ہوگا وہ جام جم سے زیادہ جہاں نما ہوگا۔ دنیا میں ایک مفروضہ ہی ہے غالباً ————— کہ جمشید نام کا ایک ایران میں حکمران تھا اس نے کوئی پیالہ بنوایا تھا جام جم اسی کو کہتے ہیں (یعنی جامِ جمشید) اور وہ پیالہ اس طریقہ پر تھا کہ تمام دنیا کے حالات اس کو اس میں نظر آتے رہتے تھے اب یہ فرضی بات ہے یا حقیقت ہے ————— یہ تو اللہ ہی جانتا ہے کس درجہ میں اس کا حقیقت سے تعلق ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ جو سینہ قرآن سے منور ہو جائے گا یقیناً وہ جام جمشید کے طریقہ پر ہے یا اس سے برتر بھی ہے کہ اس میں ساری دنیا کے......اوّل کے آخر کے ظاہر کے باطن کے تمام علوم موجود ہیں اور یہ میں نہیں کہہ رہا خود حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں۔ ترمذی شریف باب فضائل القرآن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو روایت مروی ہے اس میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد بہت سے فتنوں کے بارے میں لوگوں کو آگاہ فرمایا، صحابہ رضی اللہ عنہم کو متنبہ فرمایا اس میں جب یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد بہت سے فتنے ہوں گے

توعرض کیا گیا؟ مـا المخرج منها يا رسول الله ﷺ ''اے اللہ کے رسول ان فتنوں سے نکلنے کا راستہ کونسا ہوگا؟'' تو آپ نے فرمایا: کتـاب اللّٰہ۔...... فيه نبأ ما قبلكم ''کتابُ اللہ اس کتاب میں جوتم سے پہلے لوگ گزرے ہیں ان کی خبریں بھی موجود ہیں' و خبر ما بعد كم ''(اور گویا کہ تمھارا بھی ذکر ہے) اور جوتم سے بعد آنے والے ہیں ان کا ذکر بھی موجود ہے''۔ یہ جام جم سے زیادہ جہاں نما چیز ہے بشرطیکہ کسی کے دل میں نور قرآن واقعتاً محفوظ ہو جائے اور نور قرآن کے محفوظ ہونے سے مراد ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ بھی ہوں اس کے معانی بھی ہوں اس کا مفہوم اور اس کا عمل بھی اس کے ساتھ ہو۔ اگر صرف زبانی جمع خرچ والا معاملہ ہوگا تو واقعہ یہ ہے کہ نور قرآن کا اس شخص کو کوئی حصہ نصیب نہیں ہوگا۔

قرآن کا حقیقی تعارف

دوسری بات جو میں نے قرآن مجید سے متعلق عرض کرنا ہے وہ قرآن مجید کا حقیقتاً ـــــ تعارف ـــــ ہے کہ قرآن مجید آیات پر مشتمل ہے سورتوں پر مشتمل ہے سپاروں میں اس کی تقسیم ہے تو اس کی بنیاد کیا ہے؟ حقیقت کیا ہے؟ کون کون سی چیزیں دور نبوی ﷺ سے تعلق رکھتی ہیں اور کون کون سی چیزیں ہیں جن کا بعد میں درجہ بدرجہ اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ہمارے سامنے جو قرآن مجید ہے ایک عام آدمی یہی سمجھتا ہے کہ قرآن مجید تیس پاروں پر مشتمل ہے یعنی تیس حصے ہیں (پارہ کے معنی حصہ ہیں)۔ اس قرآن مجید کی جو سب سے بنیادی اکائی ہے اس کو آیت کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی ساڑھے چھ ہزار کے قریب آیتیں ہیں۔ آیت کو انگریزی کے لفظ SENTENCES سے بھی ہم تعبیر نہیں کر سکتے یا گرائمر کی اصطلاح میں اردو کا جو لفظ 'جملہ' ہے اس کو اس کا ہم معنی قرار نہیں دے سکتے اس لئے کہ جملہ اور SENTENCES ایک مختلف چیز ہے اور آیت کا مفہوم بالکل علیحدہ چیز ہے جملہ تو گرائمر کی اصطلاح میں اس کو کہتے ہیں جو کوئی کلام مفید ہو یعنی کوئی بات کہی جائے اور اس سے پورا مفہوم حاصل ہو جائے، قرآن مجید میں ایسی آیتیں ہیں جن میں بات پوری کہی جاتی ہے وہ تو جملہ بن سکتی ہیں لیکن بعض آیتیں ایسی بھی ہیں کہ ان میں بات پوری نہیں ہوتی اور وہ جملہ نہیں بن سکتی جیسے و العصر (زمانے کی قسم) ایک آیت ہے اگرچہ گرائمر کے اعتبار سے یہ کلام ناقص ہے اس لئے کہ بات پوری نہیں ہو رہی اس لئے کہ قسم کھائی گئی

ہے تو کسی چیز پر کھائی گئی ہے وہ بھی ساتھ مذکورہ ہو تو جملہ مکمل ہوتا ہے لیکن یہ اردو گرائمر میں کلام ناقص ہونے کے باوجود قرآن مجید کی ایک آیت ہے۔اسی طریقہ پر قرآن مجید میں جس کو ہم عام گرائمر کی اصطلاح میں کہیں گے کہ ایسا کلام بھی ہے جس کے کوئی معنی نہیں نکلتے جیسے حروف مقطعات ہیں کوئی شخص بھی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کے معانی ہم جانتے ہیں الـــم کوئی شخص نہیں جانتا اس کے کیا معنی ہیں ص۔۔۔ ق۔۔۔ ن معنی معلوم نہیں ہیں تو کچھ آیتیں ان حروف پر بھی مشتمل ہیں اور ایسی بھی آیتیں ہیں کہ ایک آیت متعدد جملوں پر مشتمل ہوتی ہے آپ آیت الکرسی کی تفصیل میں جائیں تو معلوم ہوگا کہ دس جملے ہیں جو عام گرائمر کی اصطلاح میں جملہ ہوتا ہے کہ جس کے معنی نکل رہے ہوں۔معلوم ہوا کہ جسے ہم انگریزی میں SENTENCES کہتے ہیں یا جسے اردو گرائمر کی اصطلاح میں کلام مفید یا جملہ کہتے ہیں آیت اس قبیل کی چیز نہیں ہے۔

آیات اور تذکیر

اگر آپ آیت کے لفظی معنی پر غور کریں تو شاید آپ کے ذہن میں کوئی بات رہ جائے، آیت کے لفظی معنی ہیں 'نشانی' اور یہ اللہ کی نشانی ہے قرآن مجید ہی میں کہا گیا ہے ـــــــــــــــ یہ آفاق ـــــــــــــــ یہ انسانی وجود اور قرآن مجید یہ تین قسم کی نشانیاں ہیں آیات آفاقی اور آیات انفسی جو انسان کے باطن میں ہیں اور آیات قرآنیہ اور قرآن مجید بار بار اس کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ان چیزوں پر غور کرو تو تمہیں محسوس ہوگا کہ یہ جو تین قسم کی نشانیاں ہیں تین قسم کی آیات ہیں ان میں کوئی تصادم نہیں کوئی تضاد نہیں بلکہ ان میں باہم توافق ہے ایک دوسرے کی تشریح کرتی ہیں یہ MUTUALLY ایک دوسرے کے لئے EXPLAINATORY ہیں کہ آیات آفاقی کو دیکھیں گے اس میں سے کوئی حقیقت آپ کی سمجھ میں آئے گی تو یہ آیات قرآنی سے اس کی وضاحت نظر آ رہی ہوگی یہ تینوں قسم کی آیات باہم ایک دوسرے کے ساتھ بالکل یک جان دو قالب، یا سہ قالب والی بات ہے کہ حقیقت ایک ہی ہے جس کو ایک درجہ میں الفاظ میں قرآن مجید میں بیان کر دیا گیا ہے اور عالم اکبر کی شکل میں یہ حقیقتیں UNIVERSE میں موجود ہیں اور عالم اصغر IN-MINIATURE کی شکل میں وہ انسان کے وجود کے اندر ہیں ایک ہی حقیقت ہے جس کے مختلف پہلو ہیں جو ہمارے سامنے آتے ہیں تو لفظ آیت کے معنی ہیں نشانی۔قرآن مجید میں

ایک اور لفظ بھی آتا ہے جو آیت سے متصل ہے کہ جہاں آیت کا لفظ آئے گا نشانی کا لفظ آئے گا اس لفظ کے ساتھ عام طور پر لفظ 'ذکر' بھی ضرور آئے گا گویا کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں اس لئے کہ جہاں نشانی کا ذکر ہوگا وہاں اس کے ساتھ REMINDER 'چیتا' یاد دہانی، یاد کروادینا، نصیحت یا یاد آجانا یہ سب اس کے ساتھ لازم وملزوم کے درجہ میں آئیں گے، کوئی نشانی سامنے آئی تو ذہن میں جس کی وہ نشانی ہے وہ ہستی یاد آنی چاہیئے۔قرآن مجید میں آیات اور ذکر اور ذکریٰ اور تذکرہ یہ سارے الفاظ آپ کو اسی انداز میں ملیں گے کہ آیات پر غور کرو تو تمہارے اندر ایک یاد دہانی پیدا ہو جانی چاہیئے اس طرح قرآن مجید کو تذکرہ، ذکریٰ، ذکر کہا گیا ہے سب کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص کائنات پر غور کرتا ہے اپنے آپ پر غور کرتا ہے یا جو قرآن مجید کی آیات پر غور کرتا ہے اس کو یاد دہانی حاصل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ (جاری ہے)

علاماتِ قیامت

یہ دور قربِ قیامت کا دور ہے اور ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کا یہ احسان ہے کہ ہماری بیداری اور تیاری کے لئے آپؐ نے قیامت کے قائم ہونے سے پہلے، نیز توبہ کا دروازہ بند ہونے سے پہلے اس تاریخی پھیلاؤ کی کچھ علامات (SIGNS) کی نشاندہی فرمائی ہے جس سے حالات وواقعات کو پہچاننا آسان ہوگیا ہے۔

یہ نشانیاں 1400 سال سے زیادہ پہلے ارشاد فرمائی گئیں اور روایت کے ذریعے نسلاً بعد نسلٍ ہم تک پہنچی ہیں۔ 14 صدیاں قبل اور آج کے ماحول میں بڑا فرق واقع ہو چکا ہے آج کی چیزوں اور ایجادات کی اس وقت نشاندہی اور بیان اپنی جگہ مشکل ہے تاہم حضرت محمد ﷺ پر وحی آتی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں معراج کے سفر میں آسمانوں کی سیر کرائی تھی اور قیامت کے حالات وواقعات کے مناظر دکھائے تھے جس کی بنیاد پر آپ نے ان چیزوں کا آگے تذکرہ فرمایا تھا۔ آپ نے جن چیزوں کا بیان فرمایا آپ کو ان چیزوں کا 'حق الیقین' نے 'عین الیقین' حاصل تھا گویا ''پیغمبر ﷺ ہر چہ گوید دیدہ گوید'' کے مصداق آپ نے آنے والے حالات و واقعات کی صحیح نشاندہی فرمائی اور اصطلاحات والفاظ بھی نہایت بلیغ اور فصیح بیان فرمائے ہیں جبکہ اس کے روایت کرنے والے اور بعد کے مفسرین وشارحین حدیث سے خلوص واخلاص کے باوجود صحیح مصداق کی وضاحت وتعیین میں خطائے اجتہادی کا احتمال ہے۔ اس کے باوجود ہر دور میں یہ وضاحتوں کی کوشش جاری رہے گی تا آنکہ صحیح مصداق خارج میں ظاہر ہوجائے اور امت کے معتد بہ حصہ کا اس پر

اتفاق واطمینان بھی ہوجائے۔اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنَا رُشْدَنَا وَ اَعِذْنَا مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا

احادیث مبارکہ میں اشراط الساعۃ کی وضاحت ہے اس سلسلے کی سب سے اہم حدیث، جس میں دس علامات کی نشاندہی فرمائی گئی ہے، آگے درج ہے اس کے مطابق وہ نشانیاں یہ ہیں:

1۔دخان (دھواں) 2۔دجال 3۔دابۃ الارض 4۔سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، اور زمین کا 5۔مشرق میں دھنسنا 6۔مغرب میں دھنسنا 7۔جزیرہ عرب میں دھنسنا 8۔نزولِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام 9۔یاجوج وماجوج 10۔ایک آگ (جو یمن سے) نکلے گی اور لوگوں کو محشر کی طرف ہانک کرلے جائیگی۔

ان شاءاللہ آئندہ شمارے سے ہر ماہ ایک علامتِ قیامت
کی مختصر وضاحت شامل اشاعت کی جائے گی۔

فرمانِ رسالت ﷺ

1۔عن حذیفة بن اسید الغفاری رضی اللہ عنہ قال: اطَّلَعَ النَّبِیُّ ﷺ عَلَیْنَا وَ نَحْنُ نَتَذَاکَرُ فَقَالَ مَا تَذَاکَرُوْنَ قَالُوْا نَذْکُرُ السَّاعَةَ، قَالَ: اِنَّھَا لَنْ تَقُوْمَ حَتّٰی تَرَوْنَ قَبْلَھَا عَشْرَ آیَاتٍ فذکر:......الدُّخَانَ......وَ الدَّجَّالَ......وَ الدَّابَّةَ ......وَ طُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِھَا ......وَ نُزُوْل عِیْسٰی ابن مریم ﷺ ......یَأْجُوْجَ وَ مَأْجُوْجَ، وَثَلَاثَة خُسُوْفٍ...... خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ ......وَ خَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ ......وَخَسْفٌ بِجَزِیْرَةِ الْعَرَبِ ......وَ آخِرُ ذٰلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْیَمَنِ تَطْرُدُ النَّاسَ اِلَی مَحْشَرِھِمْ (مسلم، کتاب الفتن و اشراط الساعة)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) ہم آپس میں تذکرہ کررہے تھے کہ نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے آپؐ نے پوچھا کہ کیا باتیں کررہے ہو

ہم نے عرض کیا کہ قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں آپ نے فرمایا: قیامت ہرگز قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ دھواں، دجال، دابۃ الارض، مغرب سے سورج کا نکلنا، حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول، یاجوج ماجوج کا نکلنا، زمین میں تین جگہ لوگوں کا دھنس جانا ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرہ عرب میں، اور ان سب کے آخر میں ایک آگ یمن سے نکلے گی جو لوگوں کو ان کے محشر کی طرف (گھیر کر) پہنچا دے گی۔

2۔ قَالَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اِنَّ السَّاعَةَ لَاتَقُوْمُ حَتّٰى تَكُوْنَ عَشَرَ آيَاتٍ: ......الدُّخَان ......وَ الدَّجَّال......وَ الدَّابَّة ......وَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَثَلَاث خُسُوْفٍ...... خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ ......وَ خَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ ......وَخَسْفٌ بِجَزِيْرَةِ الْعَرَبِ......وَ نُزُوْل عِيْسٰى علیہ السلام ......وَ فَتْح يَاجُوْجَ وَ مَاجُوْجَ ......وَ نَار تَخْرُجُ مِنْ قَعْرِ عَدْنٍ تَسُوْقُ النَّاسَ اِلَى الْمَحْشَرِ تَبِيْتُ مَعَهُمْ حَيْثُ بَاتُوْا وَ تَقِيْلُ مَعَهُمْ حَيْثُ قَالُوْا

(مسند احمد عن حذیفة رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ دس نشانیاں ظاہر نہ ہو جائیں۔ دھواں، دجال، دابۃ الارض، مغرب سے سورج کا نکلنا، تین جگہ لوگوں کا زمین میں دھنس جانا: ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرہ عرب میں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، یاجوج ماجوج کا نکلنا اور قعر عدن سے یک آگ نکلے گی جو لوگوں کو محشر کی طرف ہانکے گی جہاں لوگ رات کو ٹھہریں گے وہاں وہ ٹھہرے اور جہاں دن کے وقت آرام کریں گے وہاں وہ بھی رک جائے گی۔

اشراط الساعة

علاماتِ قیامت

انجینئر مختار فاروقی

انسان اشرف المخلوقات ہے اللہ تعالیٰ نے اس انسان میں بے پناہ صلاحیتیں ودیعت فرمائی ہیں۔قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ" (ص۔75) میں نے اسے (انسان کو) اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے۔جدید سائنس اور مشاہدہ وعقل کے اعتبار سے بھی انسان تخلیق کا CLIMAX ہے۔انسان میں جہاں عقل ومنطق کی صلاحیتیں ہیں وہیں دل،ضمیر اور اخلاقی حِس بھی موجود ہے۔اسی اخلاقی حِس کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے:

وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰھَا فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَ تَقْوٰھَا O (91-8-7)

''اور (قسم ہے) انسان کی اور جیسا کہ اس کے اعضا کو برابر کیا، پھر اس کو بدکاری (سے بچنے) اور پرہیزگاری کرنے کی سمجھ دی''

سورۂ قیامہ میں اس اخلاقی حِسّ کی سلامتی اور فطری حسن کو نفسیات انسانی کے لحاظ سے نفس لوّامہ' کہا گیا ہے۔جہاں انسان اچھے طرزِ عمل، اچھے رویوں اور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے حضرت محمد ﷺ کے اُسوۂ حسنہ (BEST LIFESTYLE) کو اپنا کر نفس مطمئنہ کے اعلیٰ ترین مرتبہ پر پہنچ سکتا ہے یا اپنے آزاد ارادے سے غیر اخلاقی طرزِ عمل، برے رویوں اور حیوانی طرزِ زندگی اختیار کر کے نفس امّارہ کا مصداق بن جاتا ہے۔چنانچہ فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا O وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا O (91-10-9)

''جس نے (اپنے) نفس کو پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا اور جس نے اسے خاک میں ملایا وہ خسارے میں رہا''

انسانی اعمال اور رویوں کا اس حیات دنیوی میں بھی شخصیت پر گہرا اثر پڑتا ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ ہر انسانی شخصیت ــــــــــــ اپنے نظریات، طرزِ عمل، روزمرہ کے رویوں اور باہمی انسانی معاملات (INTERACTION) میں اپنے نظریات کے تحت تربیت شدہ شخصیت کے اظہار کا مجموعہ ہے۔ اگر ــــــــــــ دل میں ایمان باللہ اور ایمان بالرسالت ہے تو انسانی شخصیت انسان دوست، علم دوست، ماحول دوست اور خدا دوست (محبوب خدا) ہوگی اور بصورت دیگر اگر دل میں شیطانی وابلیسی نظریات ہیں، فاطر فطرت اور اس کی اس کائنات کی غلط تشریح رچ بس گئی ہے تو ایسی شخصیت خودغرض، عناد پرست، ہوس پرست، حیوانی جذبات اور حیوانی جبلتوں کی پجاری ہوگی۔ ایسی شخصیت اپنے جیسے کسی آوارہ مزاج شخصیت کے لئے ''انسان دوست'' تو ہوسکتی ہے مجموعی طور پر ''انسان دوست'' کہلانے کی مستحق نہیں ہوسکتی اور نہ ہی اس نظام کائنات کے خالق ومالک کے نزدیک پسندیدہ قرار پاسکتی ہے اور نہ ہی اس کی طرف سے کسی انعام واکرام کی مستحق۔

دنیا کی یہ مختصر زندگی عارضی بھی ہے اور 'دارالعمل' بھی۔ یہاں کے اعمال کا نتیجہ اس دنیا میں بہت کم ظاہر ہوتا ہے اور اکثر اوقات برعکس ظاہر ہوتا ہے۔ خالق کائنات نے ایک اور دنیا بنائی ہے جہاں انسان کو یہاں سے 'خروج' یعنی موت کے بعد پہنچنا ہے اور وہاں ہر انسان کے اعمال اس کے ضمیر اور اخلاقی حس کی روشنی میں جانچے جائیں گے اور اس کا نتیجہ...... جنت اور دوزخ کی شکل میں ظاہر ہوگا اور وہاں کی زندگی ابدی اور دائمی ہوگی۔ درحقیقت وہ اُخروی زندگی ہی انسان کی IDEAL اور مثالی زندگی ہوگی جہاں اس کی حقیقی خواہشات کسی دوسرے انسان کی خواہشات کا خون کیے بغیر اور بنی نوع انسان پر ظلم کیے بغیر پوری ہوسکیں گی۔ اس دنیا میں اگر چند لوگ بظاہر اپنی خواہشات پوری کر لیتے ہیں یا نظر آتے ہیں تو اولاً...... وہ لوگ اپنے انفرادی خواہشات کی تکمیل کے لئے ہزاروں لاکھوں دوسرے اپنے جیسے انسانوں کی بنیادی ضروریات ہی کو سلب کر کے یا ان کی COST پر ہی ایسا کرتے ہیں اور ثانیاً...... اپنی خواہشات کی تکمیل کے باوجود انہیں باطنی سکون اور MENTAL PEACE نصیب نہیں ہوتا اور مسلسل بے چینی اور اضطراب کا شکار رہتے ہیں اور GUILTY CONSCIENCE ہی FEEL کرتے رہتے ہیں۔ ثالثاً اس دنیا

کی لذات اور تعیشات عارضی ہیں یا وسائل ختم ہو جاتے ہیں یا انسانی قویٰ جواب دے جاتے ہیں یا انسان دنیا میں سب کچھ چھوڑ کر رخصت ہو جاتا ہے اور ہزاروں لاکھوں انسانوں کو محروم کر کے کچھ لوگوں کی خواہشات کی تکمیل کا خواب ادھورا رہ جاتا ہے۔

عقل انسانی تقاضا کرتی ہے کہ ایک دوسرا جہان ہو جہاں کے تخلیقی قوانین اور اُصول اس کائنات سے مختلف ہوں ابدی زندگی ہو قویٰ جواب نہ دیں، وسائل ختم نہ ہوں، خوشیاں دائمی ہوں اور غموں سے نجات ہو جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کو یہ پیغام دیا ہے کہ یہ انسانی سوچ صحیح ہے، ایک دوسری زندگی یقینی ہے جو موت کے بعد کی زندگی ہے وہ دائمی ہے جہاں انسان کے قویٰ جواب نہیں دے جائیں گے بڑھاپا طاری نہیں ہو گا موت نہیں آئے گی۔ مگر اس اچھی زندگی کا وعدہ ان لوگوں کے لئے ہے جو یہاں اپنے رب کی مرضی کے مطابق اور اس کے رسول ﷺ کے LIFE STYLE کے مطابق زندگی گزادیں گے اس اخروی زندگی کو کامیاب زندگی قرار دیا گیا ہے جہاں انسان کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو گی جو کسی انسان کے لئے سب سے بڑا اعزاز ہے۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو 'من چاہی' اور آزاد اور حیوانی سطح پر گر کر 'حیوانی لائف سٹائل' کے مطابق زندگی گزار کر جائیں گے ان کے لئے سزا ہے اور وہ جہنم کی دائمی زندگی ہے آگ ہے جلا دینے والی آگ۔ اللھم اجرنا من النار

یہ دوسری زندگی یقینی ہے اور قرآن مجید اس کا گواہ ہے اس دوسری زندگی کے آغاز سے پہلے ایک 'یوم الحساب' ہے جہاں اس زمین پر آنے والے تمام انسان جمع کر کے ان کا حساب لیا جائے گا اور پوری زندگی کا حساب ہو گا۔ اس حساب کے دن نہ دوستی کام آئے گی نہ رشتہ داری، نہ حسب ونسب نہ مال ودولت، نہ ذات پوچھی جائے گی نہ برادری، بحیثیت انسان حساب کا مواجہہ کرنا پڑے گا اور ہر انسان اس مرحلے پر اکیلا ہی ہو گا

وَ كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا (19-95)

''اور سب لوگ قیامت کے دن اس (اللہ تعالیٰ) کے سامنے اکیلے اکیلے حاضر ہوں گے''

اس محاسبے کا نقشہ قرآن پاک میں جگہ جگہ بیان ہوا ہے۔ سورۃ الملک میں ارشاد ہے کہ جب کچھ لوگ حساب کے بعد جہنم لے جائے جائیں گے تو وہاں ان کا جہنم کے داروغوں

(SECURITY PERSONELS) سے ایک مکالمہ ہوگا۔

كُلَّمَآ اُلْقِیَ فِیْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَا اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ O قَالُوْا بَلٰی قَدْ جَآءَ نَا نَذِیْرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَانَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ كَبِیْرٍ O وَ قَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْٓ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ O فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ O

’’جب اس جہنم میں ان (انسانوں) کی کوئی جماعت ڈالی جارہی ہوگی تو دوزخ کے داروغہ ان سے پوچھیں گے تمہارے پاس کوئی ہدایت کرنے والا نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں ضرور ہدایت کرنے والا آیا تھا لیکن ہم نے اس کو جھٹلا دیا اور کہا کہ اللہ نے تو کوئی چیز نازل ہی نہیں کی تم تو بڑی غلطی میں (پڑے ہوئے) ہو۔ اور کہیں گے اگر ہم (ان پیغمبروں علیہم السلام کی باتیں) سنتے یا عقل سے کام لیتے تو آج دوزخیوں میں نہ ہوتے پس وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرلیں گے سو دوزخیوں کے لئے (اللہ کی رحمت سے) دوری ہے‘‘

گویا آج انسان کو شعور ہے کہ وہ کیا کررہا ہے اچھائی کررہا ہے یا برائی کررہا ہے اور جو برائی کمارہا وہ جانتے بوجھتے ایسا کررہا ہے جس کی سزا یقینی طور پر ملنی چاہئے اور مل کررہے گی۔ اس آخرت کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا ایک خطبہ بھی پیش نظر رہے تو انسان کی ’مستی‘ اور ’دنیاوی نشہ‘ میں کمی آجاتی ہے:

اِنَّ الرَّآئِدَ لَایَكْذِبُ اَهْلَهٗ
وَ اللّٰهِ لَوْ كَذَبْتُ النَّاسَ جَمِیْعًا مَا كَذَبْتُكُمْ
وَ اللّٰهِ لَوْ غَرَرْتُ النَّاسَ جَمِیْعًا مَا غَرَرْتُكُمْ
وَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ خَاصَّةً وَ اِلَی النَّاسِ عَامَّةً
وَ اللّٰهِ لَتَمُوْتُنَّ كَمَا تَنَامُوْنَ
وَ لَتُبْعَثُنَّ كَمَا تَسْتَیْقِظُوْنَ
وَ لَتُحَاسَبُنَّ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

وَ لَتُجزَوُنَّ بِالْاِحُسَانِ اِحُسَانًا وَّ بِالسُّوُءِ سُوُءًا

وَ اِنَّهَا لَجَنَّةٌ اَبَدًا اَوُ لَنَارٌ اَبَدًا

ترجمہ: ''قوم کا پیش روا پنے لوگوں سے جھوٹ نہیں بولتا۔

اللہ کی قسم، اگر میں تمام لوگوں سے بھی جھوٹ بولوں، تو تم سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔

اللہ کی قسم، اگر میں تمام لوگوں کو بھی دھوکہ دوں، تو تمہیں دھوکہ نہ دوں گا۔

میں خاص طور پر تمہاری طرف اللہ کا پیغامبر ہوں اور عمومی طور پر تمام لوگوں کے لیے۔

اللہ کی قسم جیسے تم (روزانہ) سوتے ہو ویسے ہی (ایک دن) مر جاؤ گے۔

اور جیسے (سونے کے بعد) اٹھتے ہو، ویسے ہی (قیامت کے دن) اٹھو گے۔

اور پھر جو کچھ تم کرتے رہے ہو، اس کا حساب دو گے۔

اور پھر اگر اچھے کام کیے ہیں تو اچھا بدلہ ملے گا اور اگر برے کام کیے ہیں تو برا بدلہ ملے گا۔

اور یہ بدلہ ہمیشہ ہمیش کی جنت ہوگا یا ابدی جہنم۔'' (از ماہنامہ میثاق لاہور نومبر 10ء)

یہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ایک ہی دن ہوگا اس حساب میں نہ کوئی وقفہ ہوگا نہ رات آئے گی۔ صرف تقابل کے لئے سامنے رہے تو عبرت ہوگی کہ یہ زندگی جو ہم گزار رہے ہیں اس میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک بمشکل 9000 سال یا دس ہزار سال ہیں اور اس میں واقعات و حوادث کا ایک طویل سلسلہ ہے، تہذیبیں تمدن بادشاہتیں حکومتیں جنگیں......طویل تاریخ ہے جبکہ اس کے مقابلے میں پانچ گنا لمبا عرصہ اور ایک ہی دن...... یوم الحساب۔

اس قیامت کے دن بے شمار منظر ہوں گے اور بے شمار واقعات ہوں گے اس دن کا آغاز ایک زوردار آواز سے ہوگا جسے ''صور پھونکنا'' کہا جاتا ہے اور تمام انسان دوبارہ زندہ ہو کر اپنے رب کے حضور صفیں باندھ کر اپنے اپنے مقام پر کھڑے ہو جائیں گے اور ربّ ذوالجلال و الاکرام بھی نزول اجلال فرمائے گا اور اس کے لئے بیت اللہ اسی زمین پر پہلے ہی موجود ہے اور حساب کتاب کا آغاز ہو جائے گا۔

اس یوم الحساب یا قیامت کے دن سے پہلے ایک عالم برزخ ہے اور اس کی مدت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اس میں آخرت کے حساب کی تیاری ہوگی اس سے قبل اس زمین پر ایسی

صورت حال ہوگی کہ آج کی چہل پہل اور رونقیں سب کی سب ختم ہو جائیں گی اور ایک ہی وقت میں تمام انسان لقمہ اجل بن جائیں گے۔ انسانوں کی لاپرواہی، بے عملی، خدابیزاری اور دین دشمنی کی پاداش میں یہ تباہی ایک 'عذاب الیم' کے طور پر اس دنیا میں آئے گی۔ ایک حدیث پاک میں حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا اس دنیا پر ایک شخص بھی اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا باقی نہیں رہے گا اس وقت قیامت آجائے گی۔ سورۃ حج کے آغاز میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ O یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌO (22-2-1)

''لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو کہ قیامت کا زلزلہ ایک عظیم حادثہ ہے۔ (اے مخاطب) جس دن تو اس کو دیکھے گا (اس دن یہ حال ہوگا کہ) تمام دودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر پڑیں گے اور لوگ تجھ کو مدہوش نظر آئیں گے مگر وہ مدہوش نہیں ہوں گے بلکہ (عذاب دیکھ کر مدہوش ہو رہے ہوں گے) بے شک اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے''

گویا نسل انسانی کی تباہی ایک عذابِ الٰہی کے طور پر ہوگی اور حقیقی طور پر END OF HISTORY یہی واقعہ ہوگا۔

عرف عام میں اس واقعے کو ہی 'قیامت' کہہ دیا جاتا ہے اور یہی معروف و مشہور بھی ہے۔ اس عظیم واقعے اور تاریخ انسان کے سب سے ہولناک واقعے کا 'وقوع پذیر' ہونا تو اٹل ہے اور یقینی ہے کہ قرآن پاک کہہ رہا ہے اور حضرت محمد ﷺ نے اس کی بابت تفصیلات بتائی ہیں۔

ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ نے اس بڑے واقعے کے 'وقوع پذیر' ہونے سے پہلے کئی واقعات (SIGNS) کی نشاندہی فرمائی ہے تاکہ جاگنے والے جاگ جائیں غافل بیدار ہو جائیں توبہ کرنے والے توبہ کر لیں اور انتظار کرنے والے اچھے کاموں کی طرف بڑھنے کا ـــــــــ انتظار ختم کر کے اچھے کاموں میں لگ جائیں۔ جیسے ہائی وے یا موٹروے پر

گاڑی پر سفر کرتے ہوئے اہم منازل کے نشانات آتے ہیں عام سفری نشانات بھی ہوتے ہیں کہ اب اسلام آباد KM300 ہے۔ پھر دس کلومیٹر بعد KM290 ہے۔ مزید برآں آرام وطعام کی سہولت کے لئے بنائے گئے مقامات کی نشاندہی کے لئے ایک نشان آتا ہے۔ طعام و قیام 2 کلومیٹر ہے۔ پھر طعام و قیام ایک کلومیٹر ہے۔ پھر وہ مقام آتا ہے تو اس کو نمایاں طور پر واضح اشارات سے ظاہر کیا جاتا ہے تاکہ سفر کرنے والوں کو وقت اور پریشانی لاحق نہ ہو۔

اسی طرح لسانِ حق ترجمان حضرت محمد ﷺ نے انسانیت کی آگاہی اور قیامت کے اس واقعہ کی نشاندہی کے لئے کئی نشانِ راہ (SIGNS) بتائے ہیں تاکہ کوئی غافل نہ رہے اور خواب غفلت کا بہانہ نہ بنا سکے۔ اللہ کے سچے بندے اس کی تیاری کریں جبکہ بے دین اور اشرار یعنی باغی لوگ اپنے انجام کو پہنچیں۔

جیسا کہ آغاز میں دی گئی حدیث مبارکہ سے واضح ہے یہ اشراط الساعۃ ہیں۔ قرآن و حدیث میں انسانی تباہی اور انسانیت کے اختتام یا END OF HISTORY کو "السـاعة" کا نام دیا گیا ہے۔ اس کی دس علامات ہیں گویا جب یہ واقعات وقوع پذیر ہونے لگیں تو سمجھیں کہ اب قیامت قریب ہے اور اگلی نشانیوں اور SIGNS کا انتظار کریں حتیٰ کہ سارے اشارات اور علامتیں ظاہر ہو جائیں تو یہ واقعہ وقوع پذیر ہوگا اور اس میں کوئی جھوٹ یا بناوٹ نہیں ہے۔

صہیونیت

ZIONISM

باب دوم

صہیونیت ـــــــ قرآن مجید کے آئینے میں

کے عنوان سے اب تک قسط وار تین حصے شائع ہو چکے ہیں

☆ باب اوّل صہیونیت کیا ہے؟ (حصہ I)

☆ باب اوّل صہیونیت کیا ہے؟ (حصہ II)

☆ باب دوم صہیونیت 600 ق م سے 610ء تک (حصہ I)

یہ چوتھی قسط ہدیہ قارئین ہے۔اس موضوع پر آئندہ باقی دو عنوانات

باب سوم صہیونیت اور قتل انبیاء کرام علیہم السلام ـــــ انکار ختم نبوت

باب چہارم صہیونیت کا منطقی انجام

پر اظہار خیال ہوگا اور حکمت بالغہ کی

آئندہ اشاعتوں میں شامل کیا جائے گا ان شاءاللہ۔

(ادارہ)

صہیونیت 600 ق م سے 610ء تک

(حصہ دوم)☆

انجینئر مختار فاروقی

بنی اسرائیل کا دورِ انتشار ـــــــ 0070ء کے بعد (DIASPORRA)

یہود کے حضرت مسیح علیہ السلام کے انکار و تکذیب بلکہ مختلف غیر اخلاقی الزامات لگا کر رومیوں کے ذریعے سولی چڑھانے کی کوششوں کا تذکرہ یوں تو تاریخ کی ہر کتاب میں موجود ہے تاہم بیسویں صدی کی چھٹی دہائی میں منظر عام پر آنے والی انجیل برناباس میں زیادہ وضاحت ہے اور واقعات ترتیب سے دیے گئے ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر تھے قرآن کا بھی یہی بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بچا لیا۔ تاہم یہود کے منصوبے اور اقدامِ قتل کے خوفناک منصوبے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں سزا کا مستحق گردانا گیا اور ٹائٹس (TITUS) رومی نے 70ء میں بیت المقدس پر حملہ کیا اور اسے مسمار کر دیا اور یہود کو وہاں سے نکال دیا گیا۔ اس طرح یہود اپنی شرارتوں اور قتل انبیاء علیہم السلام کے جرم کی پاداش میں اپنے وطن سے نکال دیے گئے اور دنیا میں جہاں سینگ سمائے وہیں جا کر آباد ہو گئے۔

اس جلاوطنی کے دور کو یہود ـــــــ دورِ انتشار (DIASPORRA) کہتے ہیں اور اسی زمانے میں بنی اسرائیل عرب، یمن، ایران، افغانستان، ہندوستان اور یورپ وغیرہ میں جا کر آباد ہو گئے۔ اس جلاوطنی کے عہد میں ان کا ایک حصہ عرب میں آ کر آباد ہوا۔ یثرب (مدینۃ النبی ﷺ) میں یہود کے تین قبیلے اسی دور میں آ کر آباد ہوئے۔ اس آبادکاری میں ایک وجہ مدینے کے علاقے میں کھجوروں کے باغات کی کثرت تھی اور یہود کے اپنے آثار اور مذہبی روایات کے مطابق آخری پیغمبر ﷺ عرب میں مکہ والے ''بیت اللہ'' کے قرب و جوار میں کھجوروں کی سرزمین میں ہی مبعوث ہونے والے تھے۔

☆ حصہ اول اکتوبر 2010ء کے شمارے میں شائع ہو چکا ہے۔

یہود کا دوسرا اہم حصہ پانچ چھ صدیاں قبل بخت نصر عراقی نمرود بادشاہ کے ہاتھوں بیت المقدس کی تباہی (567ق م) کے بعد 150 سال کی غلامی کے دور کی یادوں اور معلومات کی بنا پر عراق اور ایران جا کر آباد ہو گیا۔ اصفہان میں بنی اسرائیل کی پہلی آبادکاری 204ء کی ہے اور اس وقت سے آج تک وہ یہاں آباد ہیں (1948ء میں ملک اسرائیل کے قیام کے باوجود یہاں ان کی کثیر آبادی ہے اور ایران کے مرکزی اسمبلی میں ان کی نمائندگی بھی ہے) اسی طرح ہند میں بالخصوص جنوبی ہند کے ساحلی تجارتی شہروں میں اُنہوں نے اپنے لئے جگہ بنالی۔ ایک طبقہ چین بھی جا کر آباد ہو گیا۔

اس عہد انتشار میں بنی اسرائیل نے چند بے حد اہم اور خطرناک کام کئے ہیں جس کا خمیازہ بنی نوع انسان آج تک بھگت رہی ہے اور ابھی نامعلوم کب تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے واللہ اعلم۔ ان اہم اُمور میں سے چند کا بطور نمونہ تذکرہ قارئین کے لئے کیا جا رہا ہے، یہ تذکرہ اس ابلیسی گروہ کی کارستانیوں سے آگاہی کے لئے بھی ضروری ہے اور آئندہ کے مضمون سے ربط اور معنوی تسلسل کے لئے بھی ناگزیر ہے......اور وہ اہم اُمور یہ ہیں۔

1۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بدسلوکی

قرآن مجید کے بیان کے مطابق (03۔49) حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے لئے پیغمبر تھے اور بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہونے والے دیگر پیغمبروں علیہم السلام کی طرح بنیادی طور پر ان کی دعوت صرف بنی اسرائیل ہی کے لئے مختص تھی۔ آپ انہیں کی نسل سے تھے، آپؑ انہیں کی زبان بولتے ہوئے آئے اور سابقہ انبیائے بنی اسرائیل کی توثیق بھی فرمائی نیز تورات اور زبور کو برحق کتابیں تسلیم کیا، تورات اور شریعت موسوی علیٰ صاحبہ السلام کو برقرار رکھنے کا اعلان فرمایا۔ تاہم بنی اسرائیل نے مجموعی طور پر (سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کی واضح نشانیوں اور پیش گوئیوں کے باوجود) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر تسلیم نہیں کیا اور ایمان نہیں لائے بلکہ اس دینی تقاضے کے برعکس حضرت مسیح علیہ السلام پر بعض الزامات لگا کر سزائے موت سنائی اور عمل درآمد کے لئے رومی حکومت کے حوالے کر دیا۔

انجیل برنباس میں جو تفصیل درج ہے وہ قرآن مجید کی بیان کردہ تفصیلات کے مشابہ

ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اٹھا لیا اور اُن کی جگہ ایک دوسرا شخص (جس نے مخبری کر کے بدعہدی کی تھی) سولی پر لٹکا یا گیا۔

بنی اسرائیل کا یہ ابلیسی گروہ جو عرصے سے انبیاء کرام علیہم السلام کو ستانے، تکذیب کرنے اور قتل کرنے جیسے جرائم کرتا آ رہا تھا' اپنے تئیں حضرت مسیح علیہ السلام کو راستے سے ہٹا کر مطمئن ہو گیا کہ اب آسمانی ہدایت کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور ان کے سیاہ کارناموں اور ابلیسی یعنی خدا بیزار (سیکولر) منصوبوں کا راستہ بالکل صاف ہو گیا ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے رفع آسمانی کے بعد خلافِ توقع بنی اسرائیل کو ایک کٹھن مشکل کا سامنا کرنا پڑا اور وہ مشکل تب سامنے آئی جس وقت حضرت مسیح علیہ السلام کے پیروکاروں نے کمال استقلال اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ بنی اسرائیل کے اس گروہ نے جب حضرت مسیح علیہ السلام کو نہیں بخشا تو ان کے پیروکاروں کی مستقل مزاجی اور دین سے وابستگی پر کب ہمت ہارنے والے تھے اُنہوں نے ان مسلمانوں (حضرت مسیح علیہ السلام کے سچے پیروکاروں) پر بے پناہ مظالم روا رکھے مگر اُنہوں نے راہِ حق میں یہ مظالم برداشت بھی کئے اور ثابت قدم بھی رہے۔

اس خلاف توقع صورت حال پر اس ابلیسی اور صیہونی گروہ نے ایک خوفناک چال چلی کہ بنی اسرائیل کا ایک عالم پال نامی شخص بظاہر عیسائی ہو گیا اُس نے دعویٰ یہ کیا کہ اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات کو کما حقہٗ سمجھا ہے جب کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جو مخلص بھی تھے اور راہِ حق میں ڈٹے ہوئے تھے) چونکہ بظاہر اُمّی تھے اور علمی معاملات سے نابلد تھے نیز اعلیٰ علمی مباحث سے انہیں واسطہ نہیں تھا لہٰذا بزعم خویش وہ (یعنی سینٹ پال) ہی حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات کا صحیح جاننے والا ہے اور اس کی بیان کردہ تفصیلات اور تشریحات ہی 'حق' اور حضرت مسیح علیہ السلام کا 'حقیقی مدعا' ہیں۔

بنی اسرائیل کے اس ابلیسی گروہ ہی کے منصوبے کے تحت اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کے دین توحید کو تثلیث میں بدل دیا اور اس کا پرچار شروع کر دیا اور الوہیت مسیح کا عقیدہ عام کرنے لگا۔ اسی مہم میں اس ابلیسی وصیہونی گروہ نے انجیل کا اصل نسخہ اور اس کے جو بھی صحیح (مطابق بہ اصل) نسخے تھے وہ بھی غائب کر دیئے۔ 70ء سے بنی اسرائیل کا دور انتشار شروع ہوا تھا اس کے

بعد جلد ہی انجیل کا اصل نسخہ ناپید ہو چکا تھا اور اس کی جگہ ''ضرورت ایجاد کی ماں ہے'' کے اُصول کے تحت اپنی یادداشتوں سے انجیل کے درجنوں نسخے تیار کر کے ان غیر مرئی ہاتھوں نے معاشرے میں عام کر دیئے۔ حالانکہ ان میں سے کوئی نسخہ بھی اصلی نہیں تھا۔ ان نسخوں میں قدم بہ قدم گمراہی کو داخل کیا گیا اور مطلوبہ عقائد ونظریات کو اس کتاب بائبل کا حصہ بنا دیا گیا۔

تورات اور زبور اور دیگر صحائف پہلے ہی غائب کر دیئے گئے تھے اور ان کی جگہ خود تحریر کردہ تصنیفات نے لے لی تھی اب انجیل کے ساتھ بھی اسی ابلیسی گروہ نے یہی کچھ کر دیا۔ اس صہیونی گروہ کے زیر اثر اور زیر نگرانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر من گھڑت اور جعلی انجیلیں عام کی گئی اور ایک وقت آیا کہ فیصلہ کرنا پڑا کہ اتنی زیادہ انجیلوں میں سے کس کو 'سرکاری' نسخہ (OFFICIAL BIBLE) قرار دیں۔

لہٰذا...... تاریخ میں وہ مضحکہ خیز واقعہ درج ہے کہ 70 نسخوں میں سے کس طرح چار اناجیل منتخب کی گئیں اور ان چار کتابوں کا مجموعہ بائبل کے عہد نامہ جدید کے نام سے ملتا ہے۔ جب سوال کیا جائے کہ ان چاروں میں سے اصل انجیل کونسی ہے؟ تو معتبر ترین جواب یہ ہوتا ہے کہ

NONE OF THEM IS BIBLE. THE BIBLE IS IN THEM.

''ان (چاروں اناجیل) میں کوئی بھی (حقیقی) انجیل نہیں ہے درحقیقت (اصل انجیل) ان (چاروں) کے اندر ہے۔''

جبکہ ان اناجیل کی عبارات کئی جگہ شاہد ہیں کہ یہ تحریریں حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد تحریر کی گئی ہیں۔

بنی اسرائیل کے اس منصوبے میں تین صدیاں بیت گئیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کے مخلص ماننے والے مختلف قسم کے مظالم کا نشانہ بنتے رہے اور دور دراز علاقوں میں پھیل گئے۔ جبکہ سینٹ پال نے یورپ کے سفر کئے اور اپنے عقائد کے مطابق مختلف مراکز قائم کئے اور اپنے عقائد پر مبنی عیسائیت کو اصل 'دینِ مسیح' کے طور پر عام کرنے میں کامیاب ہو گیا اور اس ابلیسی گروہ اور سازش ہی کا نتیجہ تثلیث کا یہ داعی ــــــــــــ ایک پیغمبر علیہ السلام کی تعلیمات کا مبلغ اور داعی قرار پایا اور وہ دین جو صرف بنی اسرائیل کے لئے آیا تھا اور بائبل کے بیان کے مطابق کہ حضرت مسیح علیہ السلام

صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش میں آئے تھے......ایک عالمی تبلیغی دین بنا دیا گیا۔ جس میں توحید آخرت اور رسالت کے تصورات کے سوا باقی سب کچھ تھا۔

300ء کے لگ بھگ یہ اہم واقعہ پیش آیا جس سے تاریخ انسانی نے ایک بہت بڑا TURN لے لیا ــــــــــ وہ یہ کہ سلطنت روما جو مشرکانہ عقائد کی وجہ سے مشہور تھی اور اس لحاظ سے اپنے عقائد و نظریات کے فروغ اور اپنی حکومت کے استحکام کے لئے بے پناہ مظالم ڈھاتی تھی اس حکومت کے مظالم کی داستان اتنی گھناؤنی ہے کہ شاید ہی دنیا کا کوئی بادشاہ یا ظالم حکمران اس کا مقابلہ کر سکے۔ اس سلطنت روما (ROMAN EMPIRE) نے سینٹ پال کی عیسائیت کو تسلیم کر کے سرکاری مذہب بنا لیا۔ اس تبدیلی سے سلطنت کے انتظام اور ملکی قانون (دیوانی اور فوجداری) میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا اس لئے کہ سینٹ پال نے تثلیث ایجاد کی، تورات کے احکام کو اس میں ساقط کر دیا اور شریعت سے اعلان براءت کر کے ہر دور کے رواجی اور سیکولر قانون کو اختیار کرنے کا راستہ کھول دیا جس سے رومیوں کو عیسائیت کا لیبل اپنے ماتھے پر لگا کر بظاہر عیسائی مذہب اختیار کرنے اور در پردہ اس صہیونی ابلیسی گروہ سے دوستی کرنے میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی۔

قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حقیقی پیروکاروں سے متعلق کچھ تاریخی اشارے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان مخلص پیروکاروں نے جو مصیبتیں جھیلی ہیں وہ انہیں کا حصہ ہے۔ یہ ابلیسی گروہ جو انبیاء کرام علیہم السلام کو قتل کرنے کا عادی تھا بھلا ان (انبیاء کرام علیہم السلام) کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور "و الذین اتبعوھم باحسان" کے درجے کے لوگوں کو کب معاف کرنے والا تھا چنانچہ قرآن مجید میں 30ویں پارے سورۃ البروج میں اصحاب الاخدود کا واقعہ ہے جس کی تفاصیل پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں کہ کس طرح حضرت مسیح علیہ السلام کا دین لوگوں کو اپنی طرف کھینچتا تھا جبکہ یہود اس سچے دین سے لوگوں کو متنفر بھی کرتے تھے اس دین کے اختیار کرنے والوں پر بے پناہ مظالم بھی ڈھاتے تھے۔ نیز یہود کے ہاں (آسمانی کتاب کے حامل ہونے کے باوجود) کس حد تک جادو ٹونے اور طلسماتی باتوں OCCULT SCIENCES کا زور تھا۔ اس واقعے سے اندازہ بھی ہوتا ہے کہ جزیرہ نمائے عرب کے جنوبی ساحلی علاقے یمن وغیرہ میں

عیسائیت کا فروغ کس طرح ہوا۔

عیسائیت کے فروغ کے اس عمل میں وقت کے ساتھ ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخلص ماننے والے کم ہوتے چلے گئے اور سینٹ پال کی عیسائیت یعنی CHRISTIANITY عام ہوتی چلی گئی۔ عیسائیت کے اس فروغ میں اس ابلیسی گروہ کے دورانتشار کے مختلف ملکوں میں آبادکاری کی وجہ سے عالمی رابطوں نے بڑا کام کیا۔ اصحاب الاخدود کی طرح کے واقعات میں جہاں اہل حق کو زندہ آگ میں کود جانے پر مجبور کیا گیا، ایک سبق پنہاں تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے پیروکار سینٹ پال کی عیسائیت کے لئے راستہ صاف کر دیں۔

دوسری طرف رومی بادشاہ بھی ایک آسمانی ہدایت پر مبنی دین کو اپنے لئے رکاوٹ ہی سمجھتے تھے کہ بادشاہ لوگ تو ہوتے ہی عیاشی بدمعاشی بے حیائی کے دلدادہ ہیں اور ان کو اپنے غلط مقاصد کے حصول اور سلطنت کے استحکام کے لئے عوام کو ساتھ ملائے رکھنے کے لئے اسی طرح کی عیاشی کے دروازے کھلے رکھنے پڑتے ہیں جبکہ ———— حقیقی آسمانی مذاہب اس بے راہ روی اور خدا بیزاری (سیکولرازم) کی اجازت نہیں دے سکتے یہی دور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخلص پیروکاروں پر جب بنی اسرائیل کے گمراہ ابلیسی گروہ کی طرف سے بھی مظالم ہوئے اور بادشاہوں کی طرف سے بھی ———— تو ان مخلص حق پرستوں نے بادشاہوں حکمرانوں اور متمدن دنیا سے دور رہ کر زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا اور رہبانیت ایجاد کر لی یہ 'بدعت' شروع میں بڑے مخلصانہ انداز میں اختیار کی گئی تھی اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسے لوگوں کے لئے اجر کا وعدہ بھی ہے (57-27)۔ اسی بات کی وضاحت کے لئے ایک شاندار واقعہ اصحابِ کہف کا ہے جو قرآن پاک میں وضاحت کے ساتھ مذکور ہے اور ایسے مخلص اہل حق کی تعریف کی گئی ہے۔ سورۃ الکہف (نمبر 18) پندرہویں پارے میں ہے اس کے آغاز ہی اس واقعہ کی تفصیلات ہیں۔

بُرا ہو صہیونیت کی بنیاد ڈالنے والوں کا ———— کہ انہوں نے اس رہبانیت کو بھی آج کی اصطلاح میں ہائی جیک (HI-JACK) کر لیا۔ جب اہل حق نے رہبانیت اختیار کی اور متمدن دنیا سے دور جنگلوں اور کوہساروں میں جا کر سر چھپایا تو بجائے اس کے کہ ان اہل حق کا رابطہ دنیا میں منقطع ہو جاتا اور دنیا انہیں بھول جاتی ———— عوام کے دلوں میں ایسے

لوگوں کی محبت اور عقیدت میں بے پناہ اضافہ ہوتا چلا گیا اور یہی لوگ عوام کی نگاہوں میں باوقار اور ’اللہ والے‘ شمار ہونے لگے۔

اس موقع پر سینٹ پال کے ماننے والوں نے بھی اس ’عوامی مقبولیت‘ کو حاصل کرنے کے لئے اسی طرح کی رہبانیت کو اپنے اندر بھی رواج دے دیا اور ان کی عبادت گاہوں میں مرد بھی عورتیں بھی شادی نہ کرنے کا عہد کر کے اپنے آپ کو صرف عیسائیت کے فروغ کے لئے وقف کرنے لگے اور یہ سلسلہ آج بھی پورے زور شور سے جاری ہے۔ قرآن مجید کا اس پر صرف اتنا تبصرہ ہے کہ عیسائیت نے اس کو بطور ایک ادارہ (INSTITUTION) فروغ دیا بلکہ عیسائیت کی تبلیغ کے لئے ہمہ وقت ’تبلیغی فوج‘ سالویشن آرمی (SALVATION ARMY) کے طور پر مہیا کر دی۔ تاہم قرآن مجید فرماتا ہے کہ وہ لوگ رہبانیت پر عمل درآمد میں کامیاب نہ ہو سکے اور انسانی جنسی جذبات کو ناروا روک کر فطرت انسانی کے خلاف اس جنگ میں شکست کھا گئے اور برائیوں کا ارتکاب کرنے لگے۔ مذہب کی آڑ میں ایسی برائیاں دورِ انحطاط میں ہر مذہب میں آ جاتی ہیں مگر ـــــــــــ عیسائیت کے ہاں یہ برائیاں دورِ عرج ہو یا دورِ زوال ہر دور میں ہی عروج پر رہی ہیں اور یہ اسی ابلیسی گروہ کے منصوبوں کا ایک حصہ ہے۔ آج بھی بدی کے فروغ کی تاریخ میں CHURCH CRIMES کے نام سے ایک اہم باب اہل علم کے سامنے موجود ہے اور سینٹ پال کی ’امت‘ کے لئے شرمندگی اور ندامت کا سامان فراہم کرتا ہے۔

انسان فطری طور پر ایک نظریہ یا مذہب کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا جس انسان کو اس کائنات کا صحیح ترین اور صالح ترین نظریہ ـــــــــــ نظریہ توحید اور پاکیزہ ترین مذہب اور راستہ یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کا راستہ میسر آ جائے وہ بلاشبہ ایک خوش نصیب انسان ہے اور وہ اپنی اس خوش نصیبی پر جتنا فخر کرے کم ہے تاہم انسانی فطرت کے اس تقاضے کا یہ پہلو بڑا المناک ہے کہ جس انسان کو حقیقت تک رسائی نہیں ہو پاتی یا اس کے راستے میں مشکلات اور گھاٹیاں دشوار نظر آتی ہیں یا بذات خود انسان توحید اور مذہب کا راستہ اختیار کرنے سے گریز کرتا ہے تو وہ انسان ـــــــ حقیقت سے بہت کم تر ـــــــ کسی اور ملتے جلتے نظریہ اور ’مذہب نما‘ چیز پر اکتفا کر کے

اسے ہی اپنا آئیڈیل اور مطلوب بنا کر زندگی کا نصب العین بنالیتا ہے خود تو گمراہ ہوتا ہی ہے بہت سے انسانوں کو بھی اپنے ساتھ گمراہ کر دیتا ہے اور یہی اس ابلیسی قوت کا مقصد ہے۔ اس طرح ایک مذہب بیزار شخص خواہی نخواہی ابلیس اور شیطان کا ایجنٹ بن جاتا ہے اور زندگی میں ایک مرحلہ آتا ہے کہ وہ اس صورت حال پر مطمئن بھی ہوجاتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ (165-02)

''اور بعض لوگ ایسے ہیں جو غیر اللہ کو (اللہ کا) شریک بناتے اور ان سے اللہ کی سی محبت کرتے ہیں''

رومی بادشاہ ظالم تو تھے ہی اور اپنی سلطنت کے استحکام کے لئے جتنے ہتھکنڈے اور اذیت دینے والے اوزار انہوں نے ایجاد کیے اور استعمال کیے وہ تاریخ کا حصہ ہیں۔ ان ظالم بادشاہوں کے دل میں اگر کوئی کسک یا احساس گناہ تھا بھی تو وہ سینٹ پال کی عیسائیت اور تثلیث کے عقائد کو قبول کر کے ختم ہوگیا اور یوں مذہب کی کمی کا احساس جاتا رہا اور انہوں نے اپنے ضمیر کے کاٹنے کے احساس کو خاموش کرنے کے لئے 'مذہب نما' عیسائیت اختیار کر کے خود فریبی کا سامان فراہم کر دیا اور عوام کو بھی مطمئن کر دیا تاکہ ان کی سلطنت میں امن وامان قائم رہے۔

(یہی رومن لاء ہے جو یورپی اقوام کا اٹھارویں صدی تک قانون رہا ہے اور وہی مظالم ہیں جو انہوں نے محکوم قوموں پر کیے ہیں۔ پندرہویں صدی میں یورپی بیداری اور اس کے بعد صنعتی انقلاب کے ذریعے حاصل ہونے والی قوت وسلطنت کے استحکام کے لئے یورپی حکمرانوں نے یہی رومی طریقے استعمال کیے ہیں کہ انسان آج تصور میں نہیں لاسکتا جب حکومت مستحکم ہوگئی تو اپنے ہاں یورپ اور امریکہ میں وہ قوانین ختم کر دیے گئے جبکہ اپنی غلام ریاستوں اور علاقوں (COLONIES) میں وہ آج تک جاری رکھے ہوئے ہیں۔)

اس طرح بنی اسرائیل کے اس بگڑے ہوئے گروہ ________ صہیونیت یعنی ابلیسی گروہ کو تیسری صدی عیسوی میں ایک قوت یا تازہ دم گھوڑا مل گیا جس کے ذریعے انہوں نے اپنے مقاصد خوب حاصل کیے ہیں۔

چھٹی صدی عیسوی کے آغاز تک یہودی دور انتشار کے باوجود اپنے آپ کو مستحکم کر چکے تھے اور قرآن مجید کے بیان کے مطابق ــــــــــــ ان کے مزاج اور فکر میں بہت سی خود ایجاد کردہ اور اختیار کردہ برائیاں اور گمراہیاں راسخ ہو چکی تھیں اور ان کی فطرت ثانیہ بن چکی تھیں۔ حیرت ہے کہ وہ ان برائیوں کو کوئی برائی ہی نہیں سمجھتے تھے۔ بنی اسرائیل کے اس قومی مزاج اور عادات واطوار کا اجمالی خاکہ قرآن مجید کے مطابق درج ذیل ہے:

1۔ **نسلی افتخار** یہود یعنی بنی اسرائیل کے اس بگڑے ہوئے گروہ کے اندر یہ احساس پختہ ہو گیا تھا کہ ہم حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں جن کا لقب اسرائیل تھا اور ہم بنی اسرائیل چاہے کتنے ہی گنہ گار اور سیاہ کار سہی ہم ایک اعلیٰ نسل ہیں اور ہمارے اور دیگر انسانوں میں مقام اور مرتبے کا ایک واضح پیدائشی فرق ہے بنی اسرئیل میں ہزاروں انبیاء علیہم السلام آئے تھے اور یہ بلاوجہ نہیں تھے؛ لہٰذا ــــــــــــ ہم ایک 'منتخب روزگار' نسل ہیں اور دیگر انسانی گروہوں اور نسلوں سے زیادہ باوقار اور عزت دار ہیں۔ ان کے نزدیک ایمان اپنی جگہ ــــــــــــ مگر ان کی رگوں میں اسرائیلی خون دوڑ رہا ہے اور ان میں جینز (GENES) تو بہرحال انبیاء کرام علیہم السلام کے ہیں۔

2۔ **اللہ کے چہیتے** نسلی افتخار کے خودساختہ فلسفے کے نتیجے میں یہ بات بھی ان میں پھیل گئی اور خواص وعوام میں پختہ ہو گئی کہ ہم اللہ کے چہیتے بھی ہیں۔ چنانچہ بائبل میں بھی یہ الفاظ منقول ہیں:

"WE ARE THE CHOSEN PEOPLE OF THE LORD."

قرآن مجید نے بھی ان کی اس گمراہی کا تذکرہ کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے

نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآءُهٗ (05۔18)

''ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں''

بنی اسرائیل کا یہ احساس یا عقیدہ کس قدر بے ہودہ ہے کہ اولاد آدم میں سے ہی اللہ تعالیٰ نے ایک گروہ کو چن کر ''اپنا بیٹا'' بنالیا ہے اور اعلیٰ مقام دے دیا ہے۔ جبکہ اس گروہ کے اعمال اور کرتوت، اعمال انسانی میں سب سے زیادہ گھناؤنے اور سیاہ اعمال ہیں۔ قتل انبیاء کرام علیہم السلام،

آسمانی ہدایت سے بیزاری اوراس کی مخالفت، موقع ملنے پرظلم وتعدی، دوسروں کے حقوق پرڈاکہ اورآسمانی شریعت کی منسوخی ایسے جرائم ہیں کہ ان کا مرتکب اللہ تعالیٰ کا چہیتا تو کجا......ایک عام درجے میں بھی انسان کہلانے کا مستحق نہیں ٹھہرتا۔لیکن بنی اسرائیل میں یہ عقیدہ بڑا راسخ تھااوراُن کی دیکھا دیکھی دنیا کے اور بہت سے مذہبی طبقات (برہمن وغیرہ) میں بھی یہی بیماری سرایت کر گئی ہے حتیٰ کہ مسلمانوں میں بھی مذہبی رہنماؤں کا ایک طبقہ اور سیاست دانوں میں بھی خاندانی عظمت کا عقیدہ موجود ہے۔

3۔ **غیر یہودی انسان نہیں** فارسی میں شیخ سعدی رحمہ اللہ نے انسانی فطرت اور رویوں کے بارے میں ایک جگہ فرمایا کہ

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

کہ انسان کی سوچ میں جب کجی آجاتی ہے اوراس کی اصلاح نہ کی جائے تو وہ کجی اور بڑھتی جاتی ہے اور تعمیر جتنی اونچی ہوتی جاتی ہے وہ کجی بڑھتی جاتی ہے اور بعد کے مراحل میں اصلاح کی کوششیں بے سود ہو جاتی ہیں۔ یہ فرد کی بھی مثال ہے اور یہی مثال کسی قوم اور گروہ یا انسانی اجتماعیت کی بھی ہے۔

اس اُصول کی روشنی میں بنی اسرائیل کے ایک معتدبہ حصہ میں جب نسلی تفاخراوراللہ تعالیٰ کے چہیتے اور'بیٹے' ہونے کا عقیدہ پھیل گیا۔اس کی اصلاح کی کوشش ہوئیں انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے مگرتمام کوششیں ناکام ہوگئیں اور......ع ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' کے مصداق،ان کا یہ روگ متعدی ہوکر عام ہوگیااوراُن کے اکابرین واصاغرین یعنی خواص وعوام کی سوچ کا حصہ بن گیا۔ان کی فطرت بدل گئی اور ذہنی ساخت اورسوچنے کے انداز ہی بدل گئے۔

اس بنیادی تبدیلی اور بنی اسرائیل کی ذہنیت کی کایا پلٹ ہونے کا نتیجہ وہی نکلا جو کسی معاشرتی بگاڑ کے ناقابل اصلاح ہونے کی صورت میں نکل سکتا ہے۔ بنی اسرائیل میں اس بگاڑ کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ ''ہم اسرائیلی ہیں''،ہم انبیاء کرام علیہم السلام کی اولاد ہیں لہٰذا دوسرے انسانوں سے برتر ہیں اور یہ برتری پیدائشی (BY BIRTH) ہے۔ہم اللہ تعالیٰ کے چہیتے ہیں لہٰذا 'انسان'

صرف ہم ہیں۔ چاہے جتنے ہی بے عمل ہوں اور بداخلاق ہوں جبکہ دوسرے انسان چاہے وہ کسی نسل سے ہوں یا علاقے سے وہ انسان نہیں ہیں۔ بلکہ جانور (BEASTS) ہیں بس شکل صرف انسانوں کی سی ہے۔ گویا عام الفاظ میں انسان نما جانور ہیں ان کی اپنی اصطلاح میں غیر یہودی لوگ GOYEMS یا GENTILES ہیں۔

(یاد رہے کہ قرآن مجید نے بھی بعض انسانی گروہوں اور طبقات کو جانور (BEASTS) یا جانوروں سے بھی بدتر کہا ہے تاہم قرآن مجید کا کہنا یہ ہے کہ انسان کا جانور بن جانا 'اکتسابی' عمل ہے اور انسان اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہے نہ کہ جبراً اور پیدائشی طور پر۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ (07-179)
>
> ''اور ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کیے ہیں ان کے دل ہیں لیکن ان سے سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں پر ان سے سنتے نہیں، یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بھٹکے ہوتے، یہی وہ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔''

گویا انسان اپنے اعمال کی وجہ سے شرف انسانی سے گر جاتا ہے اور انسان نما حیوان بن جاتا ہے بلکہ حیوانوں سے بھی بدتر۔قرآن مجید کے اس اُصول کے مطابق تو بنی اسرائیل اور یہود کو ان کے قتل انبیاء علیہم السلام اور دیگر احکام شریعت سے روگردانی کی سزا کے طور پر 'جانور' یا 'انسان نما جانور' قرار دیا جانا ضروری ہے کجا یہ گمراہ اور خود 'انسان نما جانور' دوسروں کو یہ خطاب دیتے پھریں، یہ تو چوری اور سینہ زوری والی بات ہے جو صرف یہود ہی کو زیب دیتی ہے اور صیہونی اور ابلیسی گروہ ہی اس کو ہضم کر سکتا ہے کوئی اور طبقہ اتنی بے غیرتی اور بے حیائی نیز سینہ زوری کا مرتکب نہیں ہو سکتا اور بدبختی یہ کہ ایسی سینہ زوری بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے کلام کے ساتھ اور اس کے بھیجے ہوئے نبیوں اور رسولوں علیہم السلام کی تعلیمات کے ساتھ۔اعاذنا اللہ من ذالک

4۔ غیر یہودی انسان نہیں تو انسانی سلوک کے مستحق بھی نہیں فکری کجی اور سوچ کے ٹیڑھے پن کا ایک دوسرا خوفناک نتیجہ یہ نکلا کہ بنی اسرائیل یعنی صہیونیت کا علمبردار یہ ابلیسی گروہ اس خیال کا حامل بن گیا کہ جب انسان صرف ہم اسرائیلی ہیں اور دوسرے لوگ 'جانور' یا 'انسان نما جانور' ہیں تو پھر یہ غیر یہودی ہمارے اچھے انسانی سلوک، صلہ رحمی، خدمت خلق، عزت واحترام اچھے اخلاقی رویوں نیز احترام جان ومال کے مستحق بھی نہیں ہیں۔

گویا غیر یہودی لوگوں کے جان مال کا تحفظ، عزت آبرو کی حفاظت اور انسانی حقوق سب ساقط۔ ان غیر یہودی انسان نما جانوروں سے جانوروں جیسا سلوک ہی ان کی سوچ کا حصہ بن گیا۔ ان کے نزدیک جانوروں کے بھی کچھ حقوق ہوتے ہیں اور جانوروں پر زیادہ بوجھ لادنا وغیرہ غیر اخلاقی حرکت ہوتی ہے اور آج تو 'انسداد بے رحمی' کا باقاعدہ ادارہ ہوتا ہے جو تمام مہذب انسانی معاشروں میں قائم ہیں۔ مگر یہود کے نزدیک غیر یہودیوں کے حقوق جانوروں کے حقوق جتنے بھی نہیں ہیں (گزشتہ نصف صدی سے یہودی، فلسطینیوں کے ساتھ جو مظالم روا رکھے ہوئے ہیں وہ اس ابلیسی گروہ کے انہیں شیطانی نظریات کی ایک جھلک ہے۔)

ان ننگ انسانیت صہیونی نظریات کی دور حاضر میں کئی مثالیں اہل علم اور دانشوروں کے سامنے ہیں جن میں سے دو مثالیں بیان کیے بغیر آگے گزرنے کو ضمیر نہیں مانتا کہ اس کے بغیر بات واضح نہیں ہوگی اور سارا مضمون آج کے انسانوں سے غیر متعلق ہو جائے گا حالانکہ اس ابلیسی صہیونی گروہ کے نظریات آج بھی وہی انسان دشمن اور اسلام دشمن ہیں جو آج سے ہزار ڈیڑھ ہزار سال پہلے تھے ان میں بال برابر کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

(1) سود آسمانی شریعتوں میں حرام تھا اور ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بھی حرام تھا۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی سود (USURY) کو حرام قرار دیا اور حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات میں بھی سود حرام ہے۔ اس صہیونی گروہ نے عیسائیوں میں سے ایک آزاد خیال گروہ پروٹسٹنٹ کھڑا کیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مانے بغیر اور بائبل کو تسلیم کیے بغیر عیسائی کہلاتا ہے۔ اس آزاد خیال گروہ نے سود اپنے لئے حلال کر لیا اور سترھویں صدی کے وسط میں بنک آف انگلینڈ قائم کر دیا اور آج کا سارا سودی نظام اور بینکنگ کا سسٹم اسی شجر خبیثہ وملعونہ کی شاخیں اور پھل ہیں۔ اس ابلیسی نظام

کے ذریعے سارا پیسہ بنک مالکان کو منتقل ہو رہا ہے اور دنیا میں اکثر بنکوں کے مالکان یہودی ہیں یا اُن کا پیسہ ان بنکوں میں فکسڈ ڈپازٹ (FIXED DEPOSIT) پڑا ہے۔ ساری دنیا کا سودی نظام یہودیوں کے ہاتھ میں ہے مگر یہ صہیونی اسرائیلی گروہ ساری دنیا سے سود کھانے کے باوجود سود کو حرام سمجھتا ہے اور اسرائیلوں (یہودیوں) سے سود نہیں لیتا کہ یہ حرام ہے مگر غیر یہودیوں کو چونکہ انسان ہی نہیں سمجھتے اس لئے ان پر شریعت کے احکام لاگو نہیں ان سے زیادتی کرنا، ان کی عزت لوٹ لینا یا ان سے سود کھا لینا گویا جرم ہی نہیں ہے۔ یہ اصل چہرہ ہے اس صہیونی ابلیسی اسرائیلی گروہ کا جو آج دنیا کے سارے وسائل پر قابض ہے۔

(2) دنیا میں بینکنگ کے نظام کی طرح میڈیا بھی آج تقریباً اسی صہیونی اسرائیلی گروہ کے پاس ہے اور اس کی ملکیت ہے۔ دنیا بھر کے پریس، نیوز ایجنسیز بڑے بڑے مشہور ہفتہ وار رسالے، ٹائم، نیوز ویک وغیرہ ٹی وی چینلز اور حتیٰ کہ بدزمانہ بے حیائی کے چینلز بھی بالواسطہ یا بلاواسطہ اس یہودی گروہ کے پاس ہیں اور اس سے وہ اربوں ڈالر کما رہے ہیں۔ اس کے باوجود اس یہودی گروہ کا جو مذہبی باعمل طبقہ (PRACTICING JEWS) ہے اس کے ہاں TV نہیں ہوتا ہے کہ اس سے اخلاق خراب ہوتا ہے اور ہم اپنی نئی نسل کا اخلاق خراب نہیں کرنا چاہتے۔

گویا باقی ساری دنیا کے چھ سو پچاس کروڑ انسانوں کے اخلاق خراب ہو جائے تو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ تو ہیں ہی حیوان یا انسان نما حیوان یا GENTILES مگر اخلاق کی فکر ہے تو صرف اپنے بچوں کی کہ اس سے اخلاق بگڑتا ہے۔ یہ بوالعجبی اور لطیفہ اسی وجہ سے ہے کہ وہ غیر یہودیوں کو انسان ہی نہیں سمجھتے۔ (یہ فکری کجی اور اپنے علاوہ دوسروں کا انسان نہ سمجھنا صرف یہود کے لئے مختص نہیں ہے بلکہ اس یہودی گروہ کے زیر اثر دنیا بھر کے تمام گروہوں کا خاص عقیدہ ہے اور اسی بنا پر ان میں بے پناہ تعصب ہے اور شاید یہی ان کی زندگی کی ''رگ جان'' ہے جس تعصب کی وجہ سے ان کی نسل قائم ہے اور ان کے نظریات قائم ہیں۔ تاہم یہ نظریات تمام انسانی حقوق کے خلاف اور انسان دشمن نظریات ہیں۔ کاش لوگ اس صہیونی اسرائیلی ابلیسی گروہ کو پہچانیں اور ان کی گرفت سے نکلنے کی سعی کریں۔)

5۔ **یہودی اور قبالہ** اسرائیلیات کے جاننے والے جانتے ہیں اور یہودیوں کے باطنی علوم

میں سب سے بڑا علم علم الاعداد ہے جس کی بنا پر اُنہوں نے اپنی آسمانی کتاب تورات کو اس علم کی روشنی میں پڑھنا پڑھانا شروع کیا حتیٰ کہ وہ اس دلدل میں ایسے پھنسے کہ وہ اصل کتاب کو ہی بھول گئے اور اسی کے ہو کر رہ گئے۔ آسمانی ہدایت دے کر گمراہی کو سینے سے لگا لینے کی تاریخ انسانی میں اس سے بڑی کوئی مثال نہیں اور اس کا تذکرہ قرآن مجید میں ایک سے زائد مقام پر آیا ہے۔

مصر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے ہی جادو یا سحر کا رواج تھا اور اس کا چرچا تھا اس کے بڑے بڑے ماہر موجود تھے اور وسیع علاقے میں پھیلے ہوئے تھے اسرائیلی فرعونوں کی غلامی کے دور میں بھی اس سے واقف تھے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جادوگروں کے مقابلے میں ان کو شکست فاش دے دینے اور ان کے دانت کھٹے کر دینے سے یہ بات سامنے آئی کہ وہ علم وہاں موجود تھا یہود کو اس سے دلچسپی تھی اسی کا کوئی مظہر سامری کا بچھڑا بنا دینے کا عمل تھا اور اس کا 'سحر' تھا جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر چل گیا۔

آگے چل کر یہ سلسلہ بڑھتا رہا اور وسعت پذیر ہو گیا۔ جس قوم میں جس چیز کا چلن ہو جائے اللہ تعالیٰ اس قوم کو اس نسبت سے آزماتا ہے۔ بالآخر حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور مبارک میں شیاطین اور ہاروت و ماروت نے اس علم کو فروغ بخشا اور اس صہیونی گروہ کی دلچسپی اس شعبہ میں حد سے زیادہ بڑھ گئی۔

اس گروہ نے اس علم کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب کیا اور ہمارے ہاں آج بھی نقش سلیمانی کے نام پر تعویز گنڈے اور جادو کی کتابیں بکتی ہیں تاہم قرآن مجید کا بیان یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے وہ اس شیطانی علم کے پھیلانے کے الزام سے بری ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَج وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَ لٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَ مَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ وَ مَا يُعَلِّمَانِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ وَ يَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ وَ مَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ يَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ لَقَدْ

عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهٗ فِي

mater-09\numbers.gif
not found.

الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَ لَبِئْسَ مَا

شَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا

يَعْلَمُوْنَ (102-02)

''اور ان (ہزلیات) کے

پیچھے لگ گئے جو سلیمان (علیہ السلام)

کے عہدِ سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے اور سلیمان (علیہ السلام) نے مطلق کفر کی بات نہیں کی بلکہ شیطان ہی کفر کرتے تھے کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور ان باتوں کے بھی (پیچھے لگ گئے) جو شہر بابل میں دو فرشتوں (یعنی) ہاروت اور ماروت پر اتری تھیں اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو (ذریعہ) آزمائش ہیں، تم کفر میں نہ پڑو۔ غرض لوگ ان سے ایسا جادو سیکھتے جس سے میاں بیوی میں جدائی ڈال دیں اور اللہ کے حکم کے سوا وہ اس جادو سے کسی کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے تھے اور کچھ ایسے (منتر) سیکھتے جو ان کو نقصان ہی پہنچاتے اور فائدہ کچھ نہ دیتے اور وہ جانتے تھے کہ جو شخص ایسی چیزوں (یعنی سحر اور منتر وغیرہ) کا خریدار ہوگا اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور جس چیز کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا وہ بری تھی۔ کاش وہ (اس بات کو) جانتے۔''

یہ علم اعداد کیا تھا؟ یہ بڑی تفصیل طلب مسئلہ ہے تاہم مختصراً اس کا تعارف یہ ہے:

یہود نے اپنی عبرانی زبان کے الفاظ یعنی حروف تہجی (ALPHABET) کو اپنی طرف سے کچھ اعداد الاٹ کر دیے اور ان کی قیمت مقرر کر دی یہ عبرانی الفاظ ہمارے ہاں بھی عام ہیں۔ اور حروف ابجد کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔ یہ الفاظ بعینہٖ عبرانی زبان کی الف ب ت ہیں۔ اگر یہ علوم مسلمانوں نے ایجاد کیے ہوتے تو عربی زبان کے حروف تہجی پر بنیاد رکھی جاتی جبکہ ایسا نہیں ہے۔ وہ عبرانی حروف تہجی اور ان کی فرضی عددی قیمت درج ذیل ہے۔

عبرانی حروف

اسی عبرانی حروف تہجی پر مبنی اس جدول کا ہمارے ہاں بھی حد درجہ رواج پڑ گیا جو مشاہدے کیلئے درج ہے۔اس میں صرف عربی حروف تہجی میں سے چھ حروف کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

	ز	و	ه	د	ج	ب	ا
	7	6	5	4	3	2	1
ن	م	ل	ك		ی	ط	ح
50	40	30	20		10	9	8
ت	ش	ر	ق	ص	ف	ع	س
400	300	200	100	90	80	70	60
	غ	ظ	ض		ذ	خ	ث
	1000	900	800		700	600	500

جیسے ہمارے ہاں بسم اللہ 786 ،محمد ﷺ 92 وغیرہ کی عددی قیمت نکال لی گئی ہے اور رواج پا گئی ہے اسی طرح یہود کے ہاں پوری تورات کو اس عددی قیمت میں تبدیل کر لیا گیا تھا اور اس سے مختلف قسم کے علوم پروان چڑھے اس سے اُنہوں نے مستقبل کے حالات اور انسانی تخلیق، تاریخ اور نفسیات سے متعلق بہت سی تفصیلات بنا لیں اور آنیوالے حالات واقعات کو ان عددی قیمتوں کے کوڈ میں تبدیل کر دیا۔ یہ دلچسپی اس قدر بڑھی کہ اصل تورات پس پردہ چلی گئی اور اس کا پڑھنا پڑھانا صرف خواص کا کام رہ گیا بلکہ اسکے نسخے صرف کسی فیصلے یا ضرورت کے وقت ہی نکالے جاتے تھے عام تلاوت وتذکیر کیلئے استعمال نہیں ہوتے تھے اور اب تو عرصہ ہوا کہیں ملتی ہی نہیں ہے۔

(یاد رہے کہ ہمارے ہاں بھی ایک قرآن مجید مطبوعہ عام ملتا ہے ’’55 خوبیوں والا

دو ترجمہ کے ساتھ'' جس میں ایک تفسیر اور ترجمہ بھی شامل ہے۔اس قرآن مجید کے نسخہ کے شروع میں اُردو میں تعارف اور ہدایات درج ہیں جن میں سورتوں کے اعداد نکال کر اس کا ایک تعویذ بنا کر دیا گیا ہے کہ اس تعویذ کو پاس رکھیں تو اس سورت کے فوائد حاصل ہو جائیں گے۔اعاذنا اللہ من ذالک۔ بلکہ حد یہ ہے کہ آخری تعویذ یہ ہے کہ پورے قرآن مجید کے اسی عددی قیمت کے انسانی تخلیق کردہ اُصولوں پر قیمت نکال لی گئی ہے اور اس کا ایک معمہ نما تعویذ درج ہے کہ اس تعویذ کو پاس رکھنے سے پورے قرآن مجید کی برکات اور فضائل حاصل ہوتے رہیں گے ''فیا اسفا''۔وہ دو تعویذ یہ ہیں)

بحساب ابجد پورے قرآن شریف کے اعداد کا نقش ہے جو ہر مرض اور جملہ مرادوں کے لئے موم جامہ کر کے اپنے پاس یا اپنے گھر میں رکھنے کے لئے باعث برکت ہے

۸۱۰۵۲۸۴	۸۱۰۵۲۷۹	۸۱۰۵۲۸۶
۸۱۰۵۲۸۳	۸۱۰۵۲۸۳	۸۱۰۵۲۸۱
۸۱۰۵۲۸۰	۸۱۰۵۲۸۷	۸۱۰۵۲۸۲

اسی بات کو ''اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش'' نامی کتابچے میں اس کے مصنف پروفیسر یوسف سلیم چشتی صاحب (جو خود حضرت حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے مرید تھے) نے یہ تبصرہ کیا ہے۔وہ رقم طراز ہیں:

''چونکہ باطنیہ کے تمام بنیادی عقائد (BASIC DOCTRINES) قرآنی تعلیمات کے خلاف ہیں اس لئے اُنہوں نے سب سے زیادہ توجہ اس بات پر مبذول کی کہ جس طرح ہو سکے اہل سنت کو قرآن سے بیگانہ بنا دیا جائے تا کہ وہ غیر قرآنی عقائد کو قبول کر سکیں۔اس مقصد کے لئے اُنہوں نے سب سے پہلا کام تو یہ کیا کہ تصوف کا لباس زیب تن کیا اور صوفی بن کر اپنے عقائد عوام اہل سنت میں شائع کر دیئے۔دوسرا کام یہ کیا کہ علم الاعداد ایجاد کر کے اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب کر دیا۔ ہر عدد کو خاص تاثیر کا حامل قرار دیا اور تعویذ و طلسم لکھ کر عوام میں تقسیم کرنا شروع کئے۔اس طرح عوام اُن کے معتقد ہو گئے۔اس کے ساتھ ساتھ قرآنی آیات کے نقوش مرتب کئے اور ان سے غیر معمولی فوائد منسوب کر دیئے۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد تصوف اور تعویذ لازم و ملزوم ہو گئے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآنی آیات پر عمل کرتے تھے اور ان باطنی صوفیوں کے

زیر اثر آکر مسلمانوں نے قرآنی آیات کولکھ کر گلے میں ڈالنا شروع کر دیا۔ جو قرآن مجید تہران سے 1337ء خورشیدی میں شائع ہوا ہے اس میں بہت سے نقوش بھی درج کئے گئے ہیں۔ چنانچہ صفحہ 108 پر عبارت مرقوم ہے۔''

''نقل است از خاتم المجتہدین شیخ بہاؤ الدین عاملی کہ ہر کہ درعمر خود یک بار بر ایں شکل نظر کند آتش دوزخ بروے حرام گرد۔''

هلحح هلحح هلحح هلحح

میں نے افادۂ عام کے لئے یہ شکل بجنسہٖ نقل کر دی ہے۔ اس نوعیت کے نقوش اس قرآن کے صفحہ 102 سے صفحہ 110 تک کثیر تعداد میں درج کئے گئے ہیں۔ میں اس قدر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب نقش مرقومہ بالا کے صرف ایک مرتبہ دیکھ لینے سے دوزخ حرام ہو جائے گی تو قرآن مجید کی تلاوت یا اس کے سمجھنے کی کیا ضرورت باقی رہ گئی۔

رفتہ رفتہ مسلمان اس طلسم میں گرفتار ہو گئے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ایک کتاب نظر سے گزری جس کا نام دارالنظیم ہے۔ یہ کتاب امام الفن عبداللہ بن یافعی الیمنی کی تصنیف ہے اور مطبع نول کشور لکھنؤ سے 1885ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس میں صفحہ 61 پر ''اسم اعظم'' بایں صورت مرقوم ہے۔

☆ ااا ## سے اااا خ ج ھ

اس کے ساتھ ایک نظم بھی لکھی ہے جسے حضرت علیؓ سے منسوب کر دیا ہے۔ صفحہ 126 پر بضمن خواص سورۂ نور یہ عبارت مرقوم ہے جسے میں بجنسہٖ نقل کئے دیتا ہوں۔ ترجمہ کرنے سے قصداً احتراز کرتا ہوں:

''من کتبھا وجعلھا فی فراشہ الذی ینام فیہ لم یحتلم ابدا و ان کتبت بماء زمزم و شربھا انقطع عنہ شھوۃ الجماع و ان جامع لم یجد لذتہ''

غالباً یہ مصرعہ انیس کا ہے ع ''دل صاحب اولاد سے انصاف طلب ہے'' میں اس

قدرے تغیر کر کے کہتا ہوں

ے دل صاحب ایمان سے انصاف طلب ہے
قرآن سے یہ دل لگی! اُف کیسا غضب ہے

قرآن حکیم پر یہ ظلم تو شاید کافروں نے بھی نہیں کیا ہوگا جو اس امام الفن نے کیا۔ بہرحال باطنی اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے۔آج مسلمانوں میں قرآن کی جو حیثیت رہ گئی ہے اسے اقبال کے لفظوں میں بیان کرتا ہوں

ے بآیاتش ترا کارے جز ایں نیست
کہ از یٰسین او آسان بمیری ....''

پوری تورات کا اس طرح اپنے تخریج کردہ عددی قیمتوں پر مطالعہ اور اس پر غور وفکر سے یہ گروہ تورات سے دور اور شیطانی وابلیسی پھندے میں آتا چلا گیا تا آنکہ یہ لوگ اس ابلیس کا انسانوں میں سب سے بڑا ایجنٹ اور کارندہ بن گیا۔

قبالہ KABBALA، QABBALA، کے نام سے یہ علم یہود کا باطنی علوم کا منبع اور دراصل غائب کی جانے والے اصلی تورات جس میں حضرت محمد ﷺ کی بے شمار نشانیاں درج تھیں کے علوم کو معمہ بنا کر (CODIFY) اپنے پاس محفوظ کر لینے کی سازش تھی تا کہ اس آسمانی کتاب سے کوئی دوسری قوم کا فائدہ نہ اُٹھا سکے اور ہمارے معاملات کو اصل تورات سے ملا کر کراس چیک CROSS CHECK بھی نہ کر سکے۔صہیونیت کا یہ علم ہمارے تصوف کے غیر اسلامی پہلوؤں کی طرح باطنی علم کہلاتا ہے ایمان اور یقین کی سلامتی کے ساتھ اس سے زیادہ تفاصیل حاصل کرنا شاید ممکن نہیں ہے۔

6۔ بنی اسماعیل سے دشمنی اور حضرت محمد ﷺ سے دشمنی اسرائیلی گروہ کی بے راہ روی اور آزاد خیالی تو پہلے واضح ہو چکی ہے وہ اپنے خبث باطن اور منچلے پن کی وجہ سے شریعت پر عمل نہیں کرنا چاہتے تھے اور انبیاء کرام علیہم السلام ان کو روکتے تھے لہٰذا اُنہوں نے قتل انبیاء علیہم السلام کو اپنا وطیرہ بنا لیا۔تا کہ کوئی حقیقی ناصح یا اُن کا پیرو عام مخلص مسلمان ان کو نصیحت کرنے کی جرات ہی نہ

کرے پھر آسمانی ہدایت کے نشان توراۃ، زبور اور دیگر صحیفے بھی غائب کر دیئے اس کو ''قبالہ'' کی شکل میں اپنے پاس محفوظ کر لیا تا کہ وہ اس کی پیش گوئیوں سے باخبر رہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس گروہ کے غیر انسانی سلوک کے بعد جب وہ منتشر ہوئے تو ان کا سب سے اہم ہدف بنی اسماعیل میں آنے والے سرتاج نبوت حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی کا ظہور تھا۔

چھ صدیوں کے انتظار اور اپنی لادینی تعلیمات (سیکولر) کی بنیادیں یونانی فلسفہ کی شکل میں محفوظ کرنے کے بعد تورات اور انجیل کی پیش گوئیوں کی روشنی میں حضرت محمد ﷺ کے ظہور کا وقت سامنے آ پہنچا۔

قیصر روم کے عیسائیت قبول کر لینے کے بعد اس کی حکومت مشرق وسطی سمیت مصر، سوڈان، حبشہ، ایتھوپیا اور جزیرہ نمائے عرب کے جنوبی حصہ یمن تک آ گئی تھی۔ اگرچہ یہ حکومتیں نیم خودمختار قسم کی حکومتیں تھیں اور ان کا تعلق عیسائیت کے مراکز سے برائے نام ہی تھا۔ (جیسے ہمارے ہاں مغلیہ حکومت خلافت عثمانیہ سے وابستہ تھی)

یمن میں پہلے یہود حکمران تھے (جو غالباً ملکہ سبا کے حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایمان لانے کے بعد سے وہاں غالب اور مؤثر چلے آ رہے تھے) بعد ازاں یمن میں عیسائیوں کا غلبہ ہو گیا اور عیسائی حکومت قائم ہو گئی تاہم اس میں یہود کا عمل دخل قائم تھا بالکل ختم نہیں ہوا۔

اس عیسائی حکومت کے بادشاہ 'ابرہہ' نے ایک عبادت گاہ تعمیر کی اور اس کا خیال تھا کہ لوگ مکہ والے 'کعبہ' کی زیارت اور طواف کے لئے زیادہ جاتے ہیں اس کی تعمیر کردہ عبادت گاہ کی طرف آئیں اس کی تعمیر کردہ عبادت گاہ بہرحال زیادہ خوب صورت اور فن تعمیر کا نمونہ تھی جبکہ کعبۃ اللہ صرف ایک سادہ پتھر کا تعمیر کردہ ایک کمرہ ہے۔ عرب کے عوام اس مسیحی عبادت گاہ کی طرف متوجہ نہیں ہوئے تو کسی نے اُسے مشورہ دیا کہ تم کعبہ پر حملہ کر کے اُسے ڈھا دو پھر لوگ خواہی نخواہی اس کی تعمیر کردہ عبادت گاہ کی طرف ہی آئیں گے۔

ابرہہ کو سبق دینے والے لوگ صہیونی گروہ کے علاوہ کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی گروہ کو معلوم تھا کہ اس کعبہ کے پاس حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں نبی اخرالزمان حضرت محمد ﷺ تشریف لانے والے ہیں۔ اس فخر بنی آدم ہستی ﷺ کی ولادت باسعادت کا وقت اسرائیلوں کے

اندازے میں قریب آ چکا تھا اس بدنصیب اور بدقسمت بادشاہ ابرہہ نے افریقہ سے ہاتھی منگوائے اور مکہ میں بیت اللہ کو مسمار کرنے کے لئے (نعوذ باللہ) حملہ آور ہو گیا۔

7۔ یہودی مشورہ سے ابرہہ کا حملہ...... ایک خوفناک شیطانی منصوبہ ابرہہ کو مکہ پر حملہ کرنے کے لئے اکسانا اس ابلیسی گروہ کا ایک ایسا شیطانی اور ناپاک منصوبہ تھا جس کی ہولناکی اور حق دشمنی کا اندازہ اہل علم ہی کر سکتے ہیں۔ ابرہہ کا یہ منصوبہ ناکام رہا۔ اس کی فوج ہاتھیوں سمیت عذابِ الٰہی کا نوالہ بن گئی سورہ فیل میں اس واقعے کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے شہر مکہ کو اس بے غیرت اور منحوس بادشاہ کی دست برد سے بچا لیا۔ عام نگاہیں صرف یہیں تک جاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی حرمت پامال نہیں ہونے دی اس حملہ آور بادشاہ کی فوج پر ابابیلوں کا عذاب آ گیا اور وہ خائب و خاسر ہو کر رہ گیا اور اللہ تعالیٰ نے یہود اس کی سازش کو بھی خاک میں ملا دیا۔

تاہم اس سارے واقعے میں یہود کے کردار کو بھی بے نقاب ہونا چاہئے جو نہیں ہوتا۔ یہ بات سب مؤرخین کے نزدیک طے ہے کہ یہ واقعہ تاریخ عرب میں بہت اہم تھا کہ بیت اللہ پر ایک بادشاہ حملہ آور ہو گیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس حملہ کو عبرت کا نشان بنا دیا لہٰذا یہ سال تاریخ عرب میں عام الفیل کہلاتا ہے اور مدتوں اہل عرب کو یہ واقعہ یاد رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی متفق علیہ ہے کہ اسی عام الفیل میں کعبہ پر اس حملہ کے واقعے کے چند ہفتے بعد ہمارے آقا فخر موجودات حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت ہے۔ گویا...... آپ کی ولادت سے چند ہفتے پہلے اگر مکہ پر حملہ ہو جاتا اور دشمن فوجیں اس میں داخل ہو جاتیں تو گھر تباہ ہوتے فاتح قوم کے فوجی گھر گھر داخل ہوتے لوٹ مار کرتے عزتیں پامال کرتے عورتوں بچوں کو قتل کرتے۔ لہٰذا...... اللہ تعالیٰ نے حملہ آور کو روک کر کعبۃ اللہ کی حرمت کا پاس رکھا مگر دراصل حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت کو پر امن طریقے پر وقوع پذیر ہونے کے حالات کو دگرگوں نہیں ہونے دیا۔ شہر مکہ یہ حفاظتی اقدام دراصل حضرت محمد ﷺ کی حفاظت کی خاطر تھا۔

قائین کرام نوٹ فرمالیں.................. یہود کی شرارت، اس حملہ کا ٹائم فریم اور بظاہر احوال کثیر لشکر اور ہاتھیوں کی فراہمی گویا انتظامات کی حد تک اس ابلیسی گروہ نے قتل انبیاء علیہم السلام کے جرم کو ایک قدم اور آگے بڑھانے کا منصوبہ بنایا تھا مگر......

وَ اللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ وَ لٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَایَعْلَمُوْنَ O (12-21)

اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے‘‘

حضرت محمد ﷺ کی ولادت 571ء کی ہے آپ مکہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں پیدا ہوئے اور یوں طویل زمانہ قبل (تقریباً 2500 سال) کی وہ دعا کا مظہر کا سامنے آ گیا جو حضرت ابراہیم ں اور حضرت اسماعیل ں نے تعمیرِ کعبہ کے وقت مانگی تھی اور جس کے خوش خبری تورات اور انجیل میں بھی تھی جہاں ’احمدؐ‘ یا ’فارقلیط‘ آپ کا نام ہے (سورت الصّف آیت 6، سورت البقرۃ آیت 127)

آپ ﷺ کی حیات اقدس کے ابتدائی مراحل چالیس سال اسی شہر مکہ میں بسر ہوئے اگرچہ آپ کی والدہ محترمہ کا تعلق مدینہ طیبہ سے تھا تاہم آپ نے مکہ میں ہی زیادہ وقت گزارا۔ تجارتی اسفار کے لئے آپ نے مشرق میں بحرین تک اور شمال میں شام کے تجارتی شہروں تک کے سفر کیے اور اللہ نے اس صہیونی گروہ کی شرارتوں اور سازشوں سے آپ کو محفوظ رکھا تا آنکہ جب آپ کی عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی تو غارِ حرا میں آپ پر وحی نازل ہوئی تو دنیا کو معلوم ہوا کہ.................. بظاہر بے سروسامانی میں پلنے والا یہ درِّ یتیم اور مکے کا یہ ایماندار تاجر، الصادق اور الامین کا مصداق کامل، بنی اسماعیل کے گھرانے کی آبرو، کعبے کی حرمت کا پاسبان، قریش کے اہم گھرانے خاندان عبدالمطلب کا یہ جوانِ...... کتنا عظیم انسان ہے صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم

یا صاحب الجمال و یا سید البشر

من وجھک المنیر لقد نور القمر

لایمکن الثناء کما کان حقہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ !

ایوب بیگ مرزا

گزشتہ برس ننکانہ صاحب کے ایک گاؤں اِٹاں والی میں چند خواتین فالسے چن رہی تھیں اِن میں عیسائی خاتون آسیہ بی بی بھی شامل تھی۔ یہ ایک ہی گاؤں کی رہنے والی تھیں اور باہم مل جل کر محنت مشقت کر کے بچوں کا پیٹ پالتی تھیں۔ اِن میں کبھی کوئی جھگڑا یا کشیدگی مذہب کی بنیاد پر نہ تھی۔ وقوعہ کے روز وہ اکٹھی بیٹھ کر دوپہر کا کھانا کھا رہی تھیں۔ اِن کی تعداد آٹھ یا دس تھی۔ پانی پینے کے لئے صرف تین گلاس تھے۔ عیسائی خاتون آسیہ بی بی نے ایک گلاس میں پانی پیا' تمام مسلمان خواتین نے بقیہ دو گلاس پانی پینے کے لئے استعمال کیے اور اُس گلاس کو استعمال نہ کیا جس میں عیسائی خاتون نے پانی پیا تھا۔ اس بات کو عیسائی خاتون نے نوٹ کیا اور اِسے اپنی سخت توہین خیال کیا۔ پہلے اُس نے مسلمانوں کو برا بھلا کہا اور پھر حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی۔ اِن عورتوں نے واپس جا کر مردوں سے بات کی کہ اِس عیسائی خاتون نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے جس پر گاؤں میں پنچایت نے آسیہ بی بی کو طلب کیا۔ آسیہ بی بی نے اعتراف کیا کہ اُس نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے پنچایت کے ارکان نے تھانہ اور ڈی سی او سے رابطہ کیا جس نے فریقین کو طلب کر لیا۔ پہلے پنچایت والوں کا موقف سنا گیا اور بعد ازاں آسیہ بی بی کے علاوہ تمام لوگوں کو کمرے سے نکال دیا گیا۔ مقصد یہ تھا کہ آسیہ بی بی جو کہنا چاہے بغیر دباؤ کے کہہ دے لیکن چند منٹ بعد ہی اُس افسر نے تمام لوگوں کو واپس بلا لیا اور کہا کہ وہ تو صاف صاف اعتراف کر رہی ہے کسی قسم کی انکوائری اور تفتیش کی ضرورت ہی نہیں اور سیشن جج نے تھانے

کو آسیہ بی بی کے خلاف مقدمہ درج کرنے کا حکم دے دیا۔ چودہ ماہ کی سماعت کے بعد سیشن جج نے ملزمہ کو جرم وار قرار دیتے ہوئے سزائے موت کا حکم سنا دیا۔

اس سزا پر دشمنانِ اسلام کی چیخ و پکار تو سمجھ میں آتی ہے پاکستان کے سیکولر دانشوروں کو بھی کرنٹ لگا ہے اور تو اور بلا نوش گورنر سلمان تاثیر آسیہ بی بی کے آستانے پر حاضری دینے پہنچ گئے۔ میڈیا کے سامنے عدالتی فیصلے کی مذمت کی اِس بد بخت خاتون سے صدر کے نام معافی کی درخواست لکھوائی اور مذہبی رہنماؤں کے خلاف زبان درازی کرنے لگے۔ حالانکہ 1973ء کا آئین، جسے سیاست دان اپنے مفاد کے تحت کبھی آسمانی صحیفہ بنا دیتے ہیں اور کبھی پاؤں تلے روند دیتے ہیں، واضح کرتا ہے کہ کوئی عدالتی سزا یافتہ شخص اُس وقت صدر پاکستان سے سزا کی معافی کے لئے رحم کی اپیل کر سکتا ہے جب عدالتی کاروائی کے تمام مراحل طے ہو چکے ہوں یعنی سپریم کورٹ بھی اُس کے خلاف فیصلہ صادر کر چکی ہو۔ لیکن حکومت کے اعلیٰ منصب دار نے آئین کی صریحاً خلاف ورزی کرتے ہوئے میڈیا کے سامنے سیشن جج سے سزا یافتہ مجرمہ سے صدر کے نام درخواست لکھوائی۔ علاوہ ازیں پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے نہ صرف اِس فیصلے کے بلکہ توہین رسالت کے قانون کے خلاف بھی طوفان اُٹھا دیا۔ تھوڑی دیر کے لئے فرض کر لیں کہ جج نے قانون کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا اور قانون کو بالائے طاق رکھ کر فیصلہ کیا ہے تو اس میں قانون کا کیا قصور ہے؟ اُسے تبدیل کرنے کی ضرورت کیوں پڑ گئی ہے؟ فیصلہ اگر غلط ہوا ہے تو اعلیٰ اور اعلیٰ ترین عدالت سے رجوع کریں۔ کیا قتل کے یا دھوکہ دہی کے کسی مقدمہ میں غلط فیصلہ ہونے پر دفعہ 302 یا 420 کو آئین سے خارج کرنے کا سوال کبھی اُٹھایا گیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ امریکی ڈالروں کی چکا چوند نے اور مغرب کی بے حیا اور مادر پدر آزاد تہذیب نے انہیں اتنی بری طرح اپنی گرفت میں لے لیا ہے کہ مسلمان ہوتے ہوئے بھی شرعی قوانین اور اللہ کے رسول ﷺ سے مسلمانوں کا والہانہ عشق اُنہیں کانٹے کی طرح چبھتا ہے اور وہ ابلیس اور اس کی ذُریت معنوی کے اِس ایجنڈے پر اندھا دھند عمل پیرا ہو جاتے ہیں کہ ؏ روحِ محمدؐ اِس کے بدن سے نکال دو!

خلفائے راشدین کا دورِ اسلام کا سنہری دور تھا۔ بعد ازاں اس میں تخت نشینی کے حوالے سے ملوکیت کا پیوند لگ گیا، باقی نظام حکومت خالصتاً اسلام کے عطا کردہ اُصولوں کے تحت

چلتا رہا۔ پھر کھلم کھلا بادشاہت در آئی اور کئی برائیاں پیدا ہو گئیں عیش و عشرت اور رنگ رنگلیاں بھی ہونے لگیں یہاں تک کہ مسلمان مملکتیں بدترین زوال کا شکار ہو گئیں۔ لیکن 1924ء یعنی جب تک خلافت کا ادارہ قائم تھا مسلمان ممالک میں عدالتی فیصلے قرآن و سنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں ہوتے رہے۔ برصغیر پاک و ہند میں جب انگریز حکمران بنا تو اُس وقت انگلینڈ میں توہین مسیحؑ کا قانون بطور COMMON LAW موجود تھا جو آج بھی ہے۔ انگریز نے ہندوستان میں انڈین پینل کوڈ نافذ کیا تو اِس میں دفعہ 124-A کے تحت منافرت پھیلانے کی سزا عمر قید رکھی گئی۔ پھر 153-A کے ذریعے مذہبی اور بزرگ ہستیوں کی توہین کی سزا دو سال مقرر کی گئی۔ رنگیلا رسول کے ناشر راج پال کو بھی اسی دفعہ کے تحت سیشن جج کی عدالت سے سزا ہوئی لیکن ہائی کورٹ نے اُسے بری کر دیا جس پر غازی علم دین شہید نے اُسے جہنم واصل کر دیا۔ قیام پاکستان کے بعد یہی قانون لاگو رہا۔ 1980ء میں یہ سزا بڑھا کر تین سال کر دی گئی۔ 1974ء میں جناب اسماعیل قریشی نے شریعت کورٹ میں پٹیشن دائر کی کہ توہین رسالت کی سزا موت مقرر کی جائے۔ ابھی پٹیشن کا فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ محترمہ آپا نثار فاطمہ نے قومی اسمبلی میں توہین رسالت کے مجرم کے لئے سزائے موت کا بل پیش کیا۔ جب یہ بل ایکٹ میں تبدیل ہوا تو اُس میں سزائے موت یا عمر قید کر دیا گیا۔ یہ قانون 295-C کہلاتا ہے۔ 30 اکتوبر 1990ء میں فیڈرل شریعت کورٹ نے 295-C میں ترمیم کر کے عمر قید کے الفاظ حذف کر دیے۔ یعنی اب توہین رسالت کے جرم کی سزا صرف سزائے موت ہے۔

تاریخِ اسلام ایسے فیصلوں سے بھری پڑی ہے جن میں شاتم رسول کو جہنم واصل کیا گیا۔ نبویؐ دور میں بھی ایسی مثالیں موجود ہیں کہ جب کسی شاتم رسول کو قتل کیا گیا تو آپؐ کا اُس کے قاتل کو قصاص اور دیت سے مبرا قرار دینا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے بلکہ جس بدبخت نے حضور ﷺ کی ہجو کہی تھی آپؐ نے خود اُس کے قتل کا حکم جاری فرمایا تھا۔ فتح مکہ کے موقعہ پر عام معافی کا اعلان کیا گیا تب بھی گستاخانِ رسول کے بارے میں حکم دیا گیا کہ یہ لوگ اگر خانہ کعبہ کے غلاف سے بھی لپٹ جائیں تب بھی انہیں قتل کر دیا جائے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ابن خطل کو اس حالت میں قتل کیا گیا کہ وہ خانہ کعبہ کے غلاف سے چمٹا ہوا تھا۔

قرآن حکیم نے تو صحابہ کرامؓ جیسے مقدس نفوس کو بھی انتباہ کر دیا تھا کہ جو کوئی حضورﷺ کے سامنے اپنی آواز بلند کرے گا اُس کے تمام اعمال حبط کر دیئے جائیں گے اور اُسے معلوم بھی نہیں ہوگا۔ یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ مسلمان ریاست میں مسلمان حکمرانوں کے ہوتے ہوئے کوئی بدبخت حضورﷺ کے خلاف زبان درازی کرے گا تو نہ صرف یہ کہ اُسے بدترین سزا نہیں دی جائے گی بلکہ اُس کے حق میں آوازیں بھی اُٹھائی جائیں گی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!

قارئین کرام! مملکت خداداد پاکستان جسے حضورﷺ کے غلاموں نے ''لا الہ الا اللہ'' کا نعرہ لگا کر حاصل کیا تھا وہاں آسیہ بیبیاں پیدا ہوتی رہیں گی۔ یورپ میں حضورﷺ کے خاکے بنتے رہیں گے اور قرآن کو نذرِ آتش کرنے کے اعلان ہوتے رہیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم دھواں دار تقریروں سے، ٹائر جلانے اور گاڑیوں کے شیشے توڑنے سے اُنہیں آقائے نامدارﷺ اور کتاب اللہ کی توہین سے روک نہیں سکیں گے۔ ہم میں دینی شعائر اور حضورﷺ کی ذات کے حوالے سے جذبہ یقیناً موجود ہے لیکن یہ نعروں اور جذباتی تقاریر تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ شاعرِ مشرق نے پون صدی پہلے مسلمانوں کی حالت زار دیکھ کر یہ کہہ دیا تھا ع رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی! ضعف ایمانی کی یہ کیفیت اب آخری حدوں کو چھو رہی ہے۔ نماز، روزہ اور مساجد کی تزئین و آرائش میں یقیناً اضافہ ہوا ہے۔ نمازیوں کی تعداد بھی پہلے سے بہت بڑھ گئی ہے لیکن دین کے لئے ایثار اور قربانی کا جذبہ بالکل مفقود ہو چکا ہے۔ نماز، روزہ محض رسم اور روٹین بن کر رہ گئے ہیں۔ اسلام جو ایک دین ہے ایک نظریہ ہے ایک مکمل نظام ہے اگر ہم اُسے غالب اور قائم نہیں کرتے تو محض نعروں اور جلوسوں سے ہم اللہ کے رسولﷺ کی توہین کرنے والوں کی زبانیں بند نہیں کروا سکتے۔ اِکا دُکا کسی دور میں بھی ہو سکتا ہے، لیکن حضورﷺ کی توہین اور شعائر اسلامی کی تضحیک اگر یوں سرِعام ہو اور اُسے حکومتی سرپرستی حاصل ہو جائے تو گویا اصل مجرم یہ معاشرہ ہے۔ اصل مجرم یہ مسلمان خود ہیں جو اِس ملک میں عظیم اکثریت میں ہیں۔ اور یہ دعویٰ کہ پاکستان میں جمہوریت ہے مسلمانانِ پاکستان کے جرم میں مزید اضافہ کر دیتا ہے۔ یہ کہنا غلط ہوگا بلکہ صریحاً غلط ہوگا کہ ہم مسلمانوں کو نبی اکرمﷺ سے اب محبت نہیں رہی۔ حقیقت یہ ہے کہ نفسانی خواہشات، ذاتی مفادات اور دنیا کی ہوس نے اِس محبت پر عارضی طور پر پردے ڈال دیئے ہیں۔ اِن پردوں کو چاک کرنے کے لئے

عزم و ہمت اور مضبوط قوتِ ارادی کی ضرورت ہے۔ اِس کے لئے قانون کو ہاتھ میں لینے کی توڑ پھوڑ اور تخریب کاری کرنے کی قطعی ضرورت نہیں بلکہ خود کو اللہ کا فرمانبردار بندہ اور محمد عربی ﷺ کا حقیقی غلام بنانے کی ضرورت ہے۔ معاشرے کو قرآن اور سنت کی روشنی میں خالصتاً اسلامی بنیادوں پر استوار کرنے کی ضرورت ہے۔ ریاست میں اسلام کا نظامِ عدل اجتماعی نافذ کرنے کی ضرورت ہے۔ وگرنہ یاد رکھیے کہ سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین اور آسیہ بیبیاں پیدا ہوتی رہیں گی اور ہم نعروں سے دل بہلاتے رہیں گے ٹائر جلا کر فضا کو زہر آلود کرتے رہیں گے۔

ہر اُس شخص کو جان لینا چاہئے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے جو اپنے پیارے نبی و پر جان نچھاور کرنے کی آرزو رکھتا ہے جو قرآن کو اللہ کی آخری اور حتمی کتاب مانتا ہے کہ اگر وہ پابندی کے ساتھ ارکانِ اسلام ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام کے نظام عدل اجتماعی کو پہلے پاکستان اور پھر پوری دنیا میں نافذ کرنے کے لئے حقیقی اور دل و جان سے جدوجہد نہیں کرتا اور اس کے پہلے قدم کے طور پر کسی اسلامی انقلابی جماعت میں شمولیت نہیں کرتا تو وہ خود اس پس منظر میں اپنے طرزِ عمل پر غور کرے کہ اُس کی ذاتی عبادت اور نیکی اُسے کس طرح یہ طاقت مہیا کرے گی کہ وہ شاتم رسول کو جہنم واصل کر سکے؟ وہ قرآن کو نذرِ آتش کرنے والے کے ہاتھ کیسے روک سکے گا؟ وہ شرعی قوانین کے خلاف زبان درازی کرنے والوں کی زبانیں کیسے کھینچ سکے گا؟ اگر اللہ پر ایمان ہے اگر قرآن حق ہے اور اگر رسول اللہ ﷺ پر ماں باپ فدا کرنے کے دعوے سچے ہیں تو اس ملک کو اور اس دنیا کو اسلام کا گہوارہ بنانے کے لئے جت جائیں۔ یہ ہے وہ کاروبار یہ ہے وہ تجارت جس میں خسارے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ دنیا نہیں تو نہ سہی، آخرت میں تو جنت منتظر ہوگی۔ بصورت دیگر دنیا میں ذلیل و رسوا تو ہو ہی رہے ہیں آخرت میں بھی نجات سوالیہ نشان بن جائے گی۔ واللہ اعلم۔ لہٰذا محض نعرے نہیں گستاخانِ رسول کو منہ توڑ جواب دینے کے لئے اسلام کا نظام عدل اجتماعی نافذ کرنا لازم ہے۔

(از ماہنامہ میثاق لاہور دسمبر 10ء)

حکمت بالغہ کی خصوصی اشاعت (دسمبر 10ء)

دوقومی نظریہ اور پاکستان کا نظام تعلیم نمبر

پر اہل علم کی آراء

1۔ عبدالرشید ارشد صاحب (جوہر آباد)

حکمتِ بالغہ ایک جریدہ، ایک تحریک

ایک ماہ قبل میری ڈاک میں ایک جریدہ موصول ہوا ''حکمت بالغہ'' میرے لئے قطعاً نیا رسالہ تھا میں نے سوچا شاید کسی دوسرے شخص کا ہو جسے پوسٹ مین غلطی سے دے گیا ہو مگر جب عنوان دیکھا تو یہ میرے ہی نام تھا۔ یہ لمحوں کا عمل تھا پھر یہ سوچتا رہا کہ مدیر محترم نے میرا ایڈریس کہاں سے لیا ہے ان ملے جلے خیالات کے ساتھ جب حکمت بالغہ کو لفافے سے نکالا اور ورق گردانی کی تو یہ مجھے بہت سے رسائل و جرائد سے قطعاً مختلف لگا۔ یہ حسن صورت اور حسن سیرت دونوں کا بہترین مجموعہ تھا۔ میں نے مدیر محترم کو شکریہ کا خط لکھا تو ان کی طرف سے مزید تین سابقہ شمارے موصول ہوئے۔ دسمبر 2007ء کا حقیقت انسان نمبر، اگست 2008ء کا حقیقت علم نمبر، مئی 2009ء کا احیاء العلوم نمبر اور تازہ نومبر، دسمبر 2010ء کے شمارے میرے سامنے ہیں۔ حکمت بالغہ کے ان شماروں کی تدوین مدیر محترم کی بصیرت اور بالغ نظری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ عنوانات کو مختلف ابواب میں بڑے سلیقے سے تقسیم کیا گیا ہے۔

حکمت بالغہ میں آغاز ''فرمان الٰہی'' سے کیا گیا ہے۔ آیات کا انتخاب موضوع کی مناسبت سے ہے جسے قاری اگر ذہن میں محفوظ رکھتے دیے گئے مضامین کا بغور مطالعہ کرے تو

اُسے فکری غذا کے ساتھ ساتھ لذت مطالعہ بھی ملے گی۔ مثلاً ''حقیقت انسان نمبر'' میں فرمانِ الٰہی سورۃ التکویر کی آیات مع ترجمہ لئے ہوئے ہے تو حصہ اوّل میں ''حقیقت انسان، فکر انسانی کے آئینہ میں'' کے تحت فاضلانہ مقالہ جات شامل ہیں۔ حصہ دوم میں ''حقیقت انسان قرآن وسنت کی روشنی میں'' کے عنوان سے مضامین کا گلدستہ سمیٹے ہوئے ہے اسی طرح سوم ''حقیقی انسانی زندگی کے تقاضے اور لوازم'' کے تحت فکر انگیز مضامین کا مجموعہ ہے۔ یہ سب ''محض مضامین'' نہیں ہیں بلکہ تحقیقی کاوش ہے۔ حقیقت علم نمبر ہو یا دسمبر 2010ء کا ''دوقومی نظریہ اور پاکستان کی نظریاتی تعلیم نمبر'' ہو اپنی اپنی جگہ ہر شمارہ تحقیقی کاوش کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ فاضلانہ مضامین نے مستقبل میں ان عنوانات پر تحقیق کرنے والوں کی راہیں آسان کر دی ہیں کہ قیمتی علمی سرمایہ کو مکمل جامعیت اور دلائل کے ساتھ سپرد قلم کیا ہے۔ الحمدللہ رب العالمین۔

آج اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ایک طبقہ پیدا ہو رہا ہے یا یہ کہنا بہتر ہوگا ماضی میں دبا دبا یہ طبقہ اب سر اُٹھا رہا ہے کہ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے کبھی بھی پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کا سوچا نہ تھا نہ کسی دوقومی نظریہ کی بات کی تھی یہ تو چند مولویوں کا شور تھا۔ حکمت بالغہ کی بالغ نظری کہ انتہائی مدلل انداز میں دوقومی نظریہ کا دفاع کیا ہے وضاحت کی ہے۔ پاکستان کا نظام تعلیم بڑی تدریج کے ساتھ نظریاتی بنیادوں سے دور لے جایا گیا۔ آج تعلیم کے نام پر مارکیٹ میں بہت کچھ لایا جا چکا ہے مگر حقیقی علم اور حقیقی تعلیم وتربیت کے سوتے خشک کئے جا رہے ہیں بلکہ بہت حد تک کئے جا چکے ہیں۔ حکمت بالغہ کے مدیر محترم انجینئر مختار فاروقی صاحب باہمت انسان ہیں کہ اس سیلابِ بلا کے سامنے موثر بند باندھنے میں دن رات مصروف ہیں۔ ان کے اس علمی وتحقیقی سفر میں اُن کی ہم نوا ٹیم کی خدمات بارگاہ رب العزت میں یقیناً بہترین اجر کی مستحق قرار پائیں گی کہ اسلامی نظریاتی ریاست کی بنیادوں کو چاٹنے والی دیمک کے موثر بروقت علاج کے لئے انہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو صرف کیا۔ حکمت بالغہ ایک جریدہ ہی نہیں ایک تحریک ہے۔

میری دعا ہے کہ وطن عزیز کا ہر باشعور قومی، دینی حمیت رکھنے والا شخص اپنے علم سے، اپنے حلال وسائل رزق سے، اپنی مخلصانہ فکر اور دعاؤں سے حکمت بالغہ کی ٹیم کا ہاتھ بٹائے اور قائداعظم محمد علی جناحؒ علامہ اقبالؒ اور لاکھوں شہدائے ہجرت کی ارواح کو خوش کرے جنہوں نے

پہلی اسلامی نظریاتی ریاست کے لئے سوچا، تگ ودو کی، ہجرت کی، جس کا استحکام ہم سے تقاضا کر رہا ہے کہ ہم نہ صرف خود بلکہ اب اپنے سے زیادہ مستقبل کی نسل کے لئے اسلامی نظریاتی اقدار کا سرمایہ منتقل کرنے کی فکر اور اس سے بڑھ کر اقدامات کی طرف توجہ دیں۔ آمین

2۔ کرنل (ر) عاشق حسین صاحب (منڈی بہاءالدین)

حکمتِ بالغہ کا خصوصی نمبر (دو قومی نظریہ اور پاکستان کا نظریاتی نظامِ تعلیم)

قوم کے اجتماعی ضمیر پر بروقت دستک

پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے جس کی بنیاد دو قومی نظریہ پر استوار ہوئی ہے۔ پاکستانی قوم مختلف قومیتوں اور عصبیتوں پر مشتمل افراد کی آبادی ہے جسے اسلام کے نام پر ایک وحدت میں پرویا گیا ہے۔ اسلام کے علاوہ کوئی اور مشترک ''بائینڈنگ فورس'' موجود ہی نہیں جو افراد کے اس ہجوم کو ایک قوم کی صورت میں متحد رکھ سکے۔ اس لحاظ سے پاکستان کی بقا اور وحدت کا راز نظریہ پاکستان کے احیاء اور اس کی ترا ویج میں مضمر ہے۔ جبکہ اس نظریہ کو غذا مہیا کرنے کا واحد منبع اور ذریعہ نظریاتی تعلیم ہے۔ اس لحاظ سے یہ موضوع اتنا ہی اہم ہے جتنا بذاتِ خود پاکستان کا وجود اہم ہے۔ اس لیئے آج کے خصوصی معروضی حالات کے پیش نظر ہر سطح اور ہر فورم پر اس موضوع کے راگ کو ایک ''کورس'' کی صورت میں بار بار الاپنے کی ضرورت ہے۔ انجینئر مختار فاروقی صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس قدر اہم موضوع کو حکمتِ بالغہ کے خصوصی نمبر کے لیئے منتخب کیا اور پھر اس انداز اور اس وضاحت کے ساتھ پیش کیا کہ اس کا حق ادا کر دیا۔

اسلام، دو قومی نظریہ، نظریہ پاکستان اور نظریاتی تعلیم اس موضوع کے وہ زینے ہیں جو نہ صرف ایک دوسرے کے ساتھ فطری اور منطقی انداز میں مربوط اور منسلک ہیں بلکہ آپس میں ایک دوسرے کے لیئے ناگزیر بھی ہیں۔ حکمتِ بالغہ کے زیرِ مطالعہ خصوصی شمارے میں اس موضوع کی تاریخ، اہمیت اور ضرورت جس سلیقہ اور تدریجی انداز میں پیش کی گئی ہے وہ واقعی لائقِ تحسین ہے۔ حصہ اول میں دو قومی نظریہ کو ایک ٹھوس تاریخی حقیقت کے طور پر متعارف کرایا گیا ہے، پھر حصہ دوم

میں دوقومی نظریے کے ارتقاء اور فروغ کے بارے میں تاریخی شواہد کو بڑی خوبصورتی سے سمیٹا گیا ہے۔ تیسرے حصے میں ان حالات وواقعات کا اختصار کے ساتھ جائزہ لیا گیا ہے جس میں دوقومی نظریہ میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لیئے مسلمانانِ برصغیر نے باقاعدہ صف بندی کر کے ایک علیحدہ مملکت کے لیئے عملی جدوجہد کا آغاز کیا اور پھر یہ جدوجہد مختلف جاں گداز مراحل سے گزرتی ہوئی قیامِ پاکستان پر منتج ہوئی۔

حصہ چہارم میں ایک نظریاتی ریاست اور غیر نظریاتی ریاست کے فرق اور ضروریات کو مدِنظر رکھتے ہوئے منطقی بحث کی گئی ہے کہ نظریاتی تعلیم پاکستان کی بنیادی ضرورت ہے۔ جبکہ پانچویں حصے میں موضوع کی مناسبت سے ڈاکٹر اسرار احمدؒ، میاں صدیق صادق، عبدالرشید ارشد اور ڈاکٹر رفیع الدین جیسے اہلِ علم حضرات کے افکار پیش کیئے گئے ہیں۔ چھٹے اور آخری حصے میں ایک طرف تو اس حقیقت کی نشاندہی کی گئی ہے کہ نظریاتی تعلیم کی ترویج کے بغیر پاکستان جیسی نظریاتی ریاست کو مستقبل میں کن کن مشکلات وخطرات کا سامنا ہوسکتا ہے جبکہ دوسری طرف ان برکات کا ذکر کیا گیا ہے جو نظریاتی تعلیم کے نفاذ کی صورت میں پاکستان کے حصے میں آسکتی ہیں۔

آج جبکہ پاکستان بے شمار داخلی اور خارجی مسائل وخطرات میں بری طرح گھرا ہوا ہے۔ حکمت بالغہ کے زیرِ نظر خصوصی شمارے کے ذریعے بجا طور پر ایک ایسے بنیادی مسئلے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جس کو حل کر کے پاکستان نہ صرف موجودہ حالات کا مؤثر انداز میں مقابلہ کرسکتا ہے بلکہ ترقی وخوشحالی کی نئی منازل کی شاہراہ پر گامزن بھی ہوسکتا ہے۔ اس مفروضے میں اگرچہ امید کی ایک ہلکی سی کرن کا مدہم سا سراغ ملتا بھی دکھائی دیتا ہے مگر دوسری طرف اس خصوصی شمارے کا مطالعہ ہمارے سامنے یہ لرزا دینے والی حقیقت بھی آشکار کرتا ہے کہ اگر پاکستان میں نظریاتی تعلیم کی ترویج وتنفیذ فوری طور پر عمل میں نہ لائی گئی تو نظریہ پاکستان زیادہ دیر تک کھوکھلے نعروں کے سہارے اپنا بھرم قائم نہیں رکھ سکے گا۔ چنانچہ قوت وطاقت کے اس مرکز ومنبع کے کمزور ہونے سے پاکستان موجودہ درپیش چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لیئے روز بروز کمزور سے کمزور ہوتا جائے گا اور (خدانخواستہ) اس کے وجود کو شدید تر خطرات لاحق ہوجائیں گے۔

3۔ اویس پاشا قرنی (قرآن اکیڈمی یاسین آباد کراچی)

ماہنامہ حکمت بالغہ جھنگ کا دسمبر 2010ء کا خصوصی شمار بعنوان ''دو قومی نظریہ اور پاکستان کا نظریاتی نظام تعلیم نمبر'' موصول ہوا— ماشاءاللہ کئی اعتبارات سے قابل داد ہے۔

1۔ یقیناً توفیق باری تعالیٰ آپ کے شامل حال ہے کہ چار سال کے قلیل عرصے میں چوتھا خاص نمبر شائع کیا گیا۔ جیسا کہ آپ نے ''حرف آرزو'' کے تحت تحریر فرمایا ہے، ان چاروں عنوانات (یعنی حقیقت انسان نمبر، حقیقت علم نمبر، احیاء العلوم نمبر اور دو قومی نظریہ اور پاکستان کا نظریاتی نظام تعلیم نمبر) میں ایک خاص منطقی ربط موجود ہے۔ ہماری ''آرزو'' ہے کہ چند اضافوں کے ساتھ --- جو انہی کا منطقی انجام ہے --- ان خصوصی نمبروں کو یکجا کتابی صورت میں شائع کیا جانا چاہئے۔ یہ اہتمام ان فکر انگیز اور اہم موضوعات کے حلقۂ اثر میں توسیع کا باعث ہوگا۔ ان شاءاللہ

2۔ یہ امر محتاج دلائل نہیں کہ نظریہ کا تحفظ ہی مستقبل میں قیام و استحکام کا ضامن ہے۔ بالکل یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی درخت کی جڑ کا باقی رہ جانا مستقبل میں اُس کی روئیدگی اور بار آوری کی امید قرار پاتا ہے، چاہے خزاں نے سطح زمین سے اوپر سب کچھ جلا کر بھسم ہی کیوں نہ کر دیا ہو۔

ع پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ۔

مملکتِ خداداد پاکستان کا معاملہ بھی کچھ اسی نوبت کو پہنچ چکا ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ اب تنے کو سہارا فراہم کرنے کی بجائے جڑوں کے تحفظ کی فکر کرنی چاہئے۔ آپ نے بروقت اس ضرورت کا ادراک کیا اور نظریۂ پاکستان کے تحفظ کے حوالہ سے عمدہ خدمت انجام دی ہے۔ اللہ کو منظور ہوا تو مستقبل میں یہی جڑیں احیاء نظامِ خلافتِ راشدہ کی صورت میں ثمر بار ہونگی۔ ان شاءاللہ

3۔ شمارہ ھذا کے ص 14 پر ایک بات خلاف مشاہدہ محسوس ہوئی، اگر وضاحت ہو جائے تو مفید رہے گا۔ وہاں درج ہے کہ ''چنانچہ دیبل (کراچی) سے لے کر اسلام آباد تک کئی جگہ صحابہؓ کے مزارات ملتے ہیں''۔

4۔ آج تک آثارِ قدیمہ کی کھدائی اور دریافت کو ہم ایک بے ضرر اور غیر اقداری عمل سمجھتے چلے آئے ہیں مگر آپ کے تجزیہ سے ایک انتہائی سنگین مسئلہ سامنے آیا۔ اسے تاریخ قریب کی Intellectual corruption سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ واقعۃً ورثے، آثارِ قدیمہ اور کلچر

کے نام پر پوری قوم — بچوں کے تعلیمی نصاب سے لے کر الیٹ کلاس کے فنونِ لطیفہ تک کو شرک وبت پرستی سے آلودہ کیا جارہا ہے۔

5۔ عریاں مجسّموں اور تاج محل کی علامتوں کے ذریعہ ہندو تہذیب اور اسلامی تہذیب کا تقابل نہایت لطیف پیرائے میں حقائق کا تجزیاتی انکشاف ہے۔سبحان اللہ!

6۔ ''ظرفِ انسانی'' تیار کرنے والی یونیورسٹی کے قیام کا خیال شاید اُسی خواہش کا تسلسل ہے جو مولانا ابوالکلام آزادؒ کے دارالارشاد، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے دارالاسلام اور ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے قرآن اکیڈمی، قرآن کالج اور قرآن یونیورسٹی کی صورت میں اپنی ضرورت کا احساس دلاتی رہی ہے۔

7۔ تجرباتی و عمرانی علوم اور علم وحی کے اشتراک کے لئے Co-Education کی ترکیب کا استعمال بڑا معنی خیز ہے۔

البتہ چند سوالات ابھی ضرور جواب طلب ہیں جن کی طرف اشارہ پہلے نمبر میں ''منطقی انجام'' سے کیا گیا تھا۔ وہ یہ کہ ---

اقبالؒ کی ترکیب مستعار لیتے ہوئے--- دلیل کم نظری ہے قصہ جدید و قدیم---- تعلیم کے جو دو نظام متوازی آج ہمارے معاشرے میں جاری ہیں اس کا کیا حل ہے؟ مزید یہ کہ جن کالجز اور یونیورسٹیز کے قیام کا آپ نے تذکرہ کیا ہے اُس کے نصاب، اساتذہ اور وسائل کی فراہمی کی عملی قدم بہ قدم صورت کیا ہوسکتی ہے اور آج ہم اپنے دستیاب ذرائع سے عملاً کیا کر سکتے ہیں۔ مثلاً قرآن اکیڈمیز میں ٹیچرز ٹریننگ پروگرام، نصاب کی تیاری وغیرہ۔

دوسری اہم بات یہ کہ تعلیم و تربیت کی دو اقسام ہیں۔ ایک روایتی اور ایک غیر روایتی۔ آج میڈیا غیر روایتی تعلیم کا بہت اہم اور مؤثر ذریعہ ہے اس پر بھی نظریہ کے تحفظ اور بقاء کی جنگ لڑنے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ ص 120 پر آپ نے ذکر بھی کیا ہے۔ اس حوالے سے بھی لائحۂ عمل کی وضاحت ضروری ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے منصوبوں میں برکت عطا فرمائے اور اُس کی خصوصی توفیق و تیسیر آپ کے شاملِ حال رہے۔

4۔ میاں صدیق صادق

روح و اخلاق کی تمدنی دنیا میں جب کفر وشرک کے طوفان اٹھنے لگتے ہیں، بدنظمی، بدتہذیبی اور فتنہ وفساد کے تیز جھکڑ چلتے ہیں تو روح کی دنیا میں تاریکی چھانے لگتی ہے، اخلاقی معیار دھندلانے لگتا ہے، قدریں گرد آلود ہونے لگتی ہیں اور قابل تقلید کردار کے نشانات مٹنے اور نمونے آنکھوں سے اوجھل ہونے لگتے ہیں تو اللہ، جوارض وسماوات کا نور ہے نور دینے والا ہے، بدنظمی، فتنہ وفساد اور کفر وشرک کے ان منہ زور طوفانوں سے نبرد آزما ہونے اور باطل کے چھائے اندھیروں کو بھگانے کے لئے اپنا ایسا منتخب بندہ بھیجتا ہے جو اس تاریک ماحول میں روشنی کی کرن بن کر نمودار ہوتا ہے اور باطل کے ان گھمبیر اندھیروں میں قرآن وحدیث کی سرمدی شمع روشن کر کے ہمہ وقتی اور ہمہ جہتی جہاد اکبر میں ہمہ تن من دھن سے مصروف ہوجاتا ہے۔ وہ جہد مسلسل، عزم و استقلال اور اپنے پرخلوص قول وعمل سے ان اندھیروں میں بھٹکتی انسانیت کی ڈھارس بندھاتا ہے، اسے نیا عزم، نیا حوصلہ اور نیا ولولہ دے کر جہادِ اکبر میں شریک کرتا ہے اور بالآخر......وقل جاء الحق و زھق الباطل ......کے مصداق ان ابلیسی اندھیروں کو بھاگنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

محترم انجینئر مختار فاروقی، اللہ کے انہی منتخب بندوں میں سے ایک ہیں۔ گھر گھر، گلی گلی، کوچہ کوچہ قرآن پاک کی حیات آفریں روشنی پھیلانا، تاریک سینوں کو منور کرنا جہاد اکبر کے اس ہر دم متحرک مجاہد کی زندگی کا مشغلہ، نصب العین اور مقصد اولین ہے۔ وہ ہمہ وقت اسی مقصد کی لگن میں مگن رہتے ہیں، ان کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، ملنا جلنا، اوڑھنا بچھونا سب اسی مقصد کے لئے ہے۔ چار سال قبل مختار فاروقی صاحب نے جب ''حکمت بالغہ'' کا اجرا کیا تو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اندھیری طوفان رات میں روشن کیا جانے والا یہ ننھا سا چراغ کتاب مقدس قرآن حکیم سے بے پناہ روشنی سمیٹ کر باطل کے چھائے اندھیروں کو بھاگنے پر مجبور کر دے گا! مگر دیکھنے والوں نے دیکھا، دیکھ رہے ہیں اور دیکھیں گے کہ ایسا ہوا۔ یوں تو حکمت بالغہ کا ہر شمارہ اور ہر شمارے میں شامل مضامین روشنی پھیلانے والا ہے..................مگر چار برسوں میں شائع ہونے والے چار خصوصی نمبرز اس راہ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

''حقیقت انسان نمبر'' میں انسان کے سامنے سوال رکھا گیا کہ کیا وہ وہی انسان ہے جس کو فرشتوں نے سجدہ کیا تھا؟ جبرئیل میکائیل اسرافیل عزائیل جیسے ذی حیثیت فرشتے بھی اس

کے سامنے جھکے تھے؟ کیا اب وہ اپنی اس حیثیت کو کھو نہیں بیٹھا ہے؟ اور کیا وہ اس منصب جلیلہ سے گر نہیں گیا ہے؟ ان سوالات سے دراصل انسان کی انسانیت اور عظمت رفتہ کو ابھارنے اور کھوئے گئے منصب کی لگن دل میں لگانے کے لئے مہمیز کا کام لیا گیا ہے۔ ''حقیقت علم نمبر'' میں دانش نورانی (روح واخلاق یا علم وحی) اور دانش برہانی کی حقیقت وحیثیت واضح کر کے ان دونوں کے اشتراک اور ملاپ کے لئے ایک انتہائی موزوں اور قابل عمل لائحہ عمل متعین کیا گیا ہے تا کہ انسان کو اس حقیقی علم سے روشناس کروایا جائے جو قرآن کا مطمع نظر ہے اور جس کے حصول کے بغیر انسان کا خلیفۃ اللہ فی الارض کا گم گشتہ منصب کا حصول ممکن نہیں۔ جدید مادہ پرستانہ دور میں جہاں ہر چیز اور زندگی کے ہر ہر پہلو کو تجرباتی علم یا علم سائنس کی عینک سے دیکھا جا رہا ہے، علم وحی، روحانی علوم (دانش نورانی) کا احیاء اور سوسائٹی میں اس کا رواج وقت کی اہم ترین ضرورت ہے اور اس ضرورت کو ''احیاء العلوم نمبر'' بطریق احسن پورا کرتا ہے۔ دین فطرت دین اسلام کا مکمل نفاذ مملکت خداداد پاکستان کا اساسی اور واحد مقصد تھا مگر برسر اقتدار طبقہ نے اپنے مخصوص مقاصد کے لئے اس مقصد سے اسے دور رکھا اور اب تک یہ طبقہ اپنے اس مذموم مقصد میں کامیاب ہے۔ یہاں مغرب کی تقلید میں علم وحی سے الگ کر کے محض تجرباتی علوم (دانش برہانی) کو فروغ دیا گیا جو اس ملک کو اس کے اساسی مقصد اور متعین منزل سے دور لے گیا۔ اس مملکت خداداد کو اسلامی ریاست میں ڈھالنے کے لئے، جو اس کی متعین منزل ہے، علم وحی اور تجرباتی علم کا اشتراک وقت کی اہم ترین ضروت ہے اور ''دوقومی نظریہ اور پاکستان کا نظریاتی نظام تعلیم نمبر'' اس اہم ضروت کو بطریق احسن پورا کرتا ہے۔ اس کامیاب کاوش پر جناب مختار فاروقی اور ان کے رفقاء مبارک باد کے مستحق ہیں۔ جناب مختار فاروقی غیر متعصب، متحرک اور خوب سے خوب تر کے راہی ہیں وہ نوجوان نسل کے سینے مروّجہ تجرباتی علوم (دانش برہانی) کے ساتھ ساتھ علم وحی (دانش نورانی) کی روشنی سے منور دیکھنے کے متمنی ہیں حکیم الامت کے الفاظ میں:

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے　　ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

اللہ الحی القیوم انہیں اس مقصد عظیمہ میں کامیاب کرے۔ آمین

ماہنامہ حکمت بالغہ جھنگ

جنوری تا دسمبر 2010ء

قارئین کرام کی سہولت اور دلچسپی کے لئے گزشتہ سال (2010ء) کے تمام شماروں کے مضامین کو ایک نگاہ میں دیکھنے اور کسی مضمون کی تلاش میں آسانی کے لئے ہر شمارے کے مضامین کی فہرست یکجا ہدیۂ قارئین ہے۔

مشمولات جنوری 2010ء

1۔ فرمان خداوندی (سورۃ التغابن کی آیات)		4
2۔ حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	7
3۔ 1910ء تا 2010ء احیائے خلافت کی جدوجہد کا حاصل (1)	انجینئر مختار فاروقی	12
4۔ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ	انجینئر مختار فاروقی	42
5۔ اقوام مغرب کا مثالی معاشرہ	انجینئر مختار فاروقی	52
6۔ آئینہ حکمت بالغہ 2009ء		60

مشمولات (فروری 2010ء)

1۔ فرمان خداوندی (سورۃ التغابن کی آیات)		4
2۔ حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	7
3۔ حضرت محمد ﷺ کے اُسوۂ کامل کا عکس جمیل، قیام نظام خلافت کی جدوجہد کے ساتھ، کامل اتباع رسول ﷺ	انجینئر مختار فاروقی	12
4۔ آنے والے دور میں عالمی سیاست کا مرکز اصفہان	انجینئر مختار فاروقی	34
5۔ علامہ فضل حق خیر آبادیؒ	انجینئر مختار فاروقی	46
6۔ علمائے حق کے کرنے کا اہم کام	انجینئر مختار فاروقی	56

مشمولات (مارچ2010ء)

1۔ فرمان خداوندی (سورۃ التغابن کی آیات)			4
2۔ حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی		6
3۔ جنوبی ایشیا (برطانوی ہند) کے مسلمانوں کی تاریخ(2)	انجینئر مختار فاروقی		4
4۔ حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ	انجینئر مختار فاروقی		31
5۔ حالات حاضرہ اور ہماری ذمہ داریاں	حافظ عاکف سعید		38
6۔ LOOSE MORALS GONE WILD	Dr. Absar Ahmad		60

مشمولات (اپریل2010ء)

1۔ فرمان خداوندی (سورۃ الطّلاق کی آیات)		4
2۔ حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	7
3۔ خودی اور سائنس	ڈاکٹر محمد رفیع الدین	9
4۔ حضرت شیخ الہند محمود حسن رحمہ اللہ	انجینئر مختار فاروقی	36
5۔ ایک نئی دینی تحریک کی ضرورت	پروفیسر ڈاکٹر محمد امین	49
6۔ بے راہ روی درندگی بن گئی	انجینئر مختار فاروقی	60

مشمولات (مئی2010ء)

1۔ فرمان خداوندی (سورۃ الطّلاق کی آیات)		4
2۔ حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	7
3۔ حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ	انجینئر مختار فاروقی	13
4۔ بہبود آبادی کے نام پر اقوام مغرب کا دوسروں کا دھوکا	انجینئر مختار فاروقی	18
5۔ خودی اور عقل	ڈاکٹر محمد رفیع الدین	36
6۔ خاندان۔ اجتماعی سوچ کے فروغ کا ذریعہ	زاہدہ تبسم	41
7۔ مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج	مولانا محمد احتشام الحسنؒ	45

مشمولات (جون2010ء)

1۔ قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		4
2۔ حرفِ آرزو: ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا سانحہ ارتحال اور ان کا مشن	انجینئر مختار فاروقی	6
3۔ قرآن کریم اور ضمیر بیدار	حافظ احمد یار رحمہ اللہ	11
4۔ تبصرہ کتب: خواتین اسلام کے لئے چہرے کا پردہ	انجینئر مختار فاروقی	19
5۔ جنوبی ایشیا (برطانوی ہند) کے مسلمانوں کی تاریخ (3)	انجینئر مختار فاروقی	36
6۔ ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ	میجر (ر) فتح محمد (جھنگ)	59
7۔ قرآن اکیڈمی جھنگ میں ایک دن	عطاء الرحمٰن عارف	62

مشمولات (جولائی 2010ء)

1۔ قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		4
2۔ وھن...... توہین رسالت ﷺ اور کرنے کا کام	انجینئر مختار فاروقی	7
3۔ الحفظون لحدود اللہ	انجینئر مختار فاروقی	11
4۔ مولانا محمد علی جوہر رحمہ اللہ	انجینئر مختار فاروقی	28
5۔ قرآن حکیم کی معجزانہ ترتیب	انجینئر سلطان بشیر محمود	38
6۔ 28 رجب: یوم سقوطِ خلافت	عمران یوسف زئی	51
7۔ ISLAM AND PAKISTAN	MOHAMMAD FAHEEM	64

مشمولات (اگست 2010ء)

1۔ قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات 4

2۔ حرفِ آرزو انجینئر مختار فاروقی 6

3۔ مکالمہ بین المذاہب،
دینِ مصطفیٰ ﷺ کا انکار ہے انجینئر مختار فاروقی 9

4۔ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا 24

5۔ اربابِ مدارس کے لئے
چند قابل غور اُمور مولانا محمد حنیف جالندھری 29

6۔ صہیونیت کیا ہے؟ انجینئر مختار فاروقی 39

7۔ توہین رسالت ﷺ کے خلاف ردِ عمل 45
کو کیسے مؤثر بنایا جائے؟ ڈاکٹر محمد امین

8۔ روزے کے چھ آداب امام غزالی رحمہ اللہ 58

9۔ مدیر کے نام پروفیسر خلیل الرحمٰن / جمیل عباسی 62

مشمولات (ستمبر 2010ء)

1۔ قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات 4

2۔ حرفِ آرزو انجینئر مختار فاروقی 7

3۔ قرآنی علم و فہم کا درجۂ حکمت مولانا محمد تقی امینیؒ 12

4۔ صہیونیت کیا ہے؟ انجینئر مختار فاروقی 26

5۔ جنسی بے راہ روی چوہدری رحمت اللہ بٹر 49

6۔ "الحفظون لحدود الله" چوہدری رحمت اللہ بٹر، مولانا الطاف الرحمٰن بنوی
پر اہل علم کی آراء و تبصرے ڈاکٹر غلام مرتضیٰ اعجاز لطیف 53

7۔ A Recipe to Kill the Judiciary
Mohammad Faheem 61

مشمولات (اکتوبر 2010ء)

1۔ قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات 4

2۔ حرفِ آرزو انجینئر مختار فاروقی 6

3۔ درسِ قرآن کے اُصول و آداب عبدالوحید پشاوری 8

4۔ تہذیبوں کے تصادم کا نظریہ　انجینئر مختار فاروقی　13
5۔ صہیونیت 600ق م سے 610ء تک (I) انجینئر مختار فاروقی　20
6۔ خودی اور ذکر　ڈاکٹر محمد رفیع الدینؒ　34
7۔ والدین اور اولاد کی ذمہ داریاں　انجینئر مختار فاروقی　42
مشمولات (نومبر 2010ء)
1۔ قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات　4
2۔ حرفِ آرزو　انجینئر مختار فاروقی　7
3۔ برطانوی ہند کے مسلمانوں کے حالات (4) انجینئر مختار فاروقی　11
4۔ 'پیامِ مشرق' کا دیباچہ　علامہ محمد اقبال　36
5۔ اقوام یورپ میں باضمیر قوم، جرمن قوم انجینئر مختار فاروقی　43
6۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ　انجینئر مختار فاروقی　61
مشمولات (دسمبر 2010ء)
دو قومی نظریہ اور پاکستان کا نظریاتی نظام تعلیم نمبر
1۔ قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات　4
2۔ حرفِ آرزو　6
3۔ حصہ اوّل: دو قومی نظریہ......ایک حقیقت کا برملا اظہار　11
4۔ حصہ دوم: دو قومی نظریے کا فروغ　27
5۔ حصہ سوم: دو قومی نظریہ......تحریک پاکستان اور نظریہ پاکستان　45
6۔ حصہ چہارم: پاکستان......اسلامی نظریاتی ریاست　61
7۔ حصہ پنجم: اہل علم کے افکار　81
8۔ حصہ ششم: نظریاتی ریاست......اور......نظریاتی نظام تعلیم　117

حج سے واپسی پر

الوداع اے کعبۃ اللہ کی دیوارو الوداع   الوداع اے حرم کے روشن مینارو الوداع
ذرہ ذرہ میں ہے پنہاں رب کعبہ کا ظہور   گنبد خضرا کے اے دلکش نظارو الوداع
حجر اسود ملتزم رکن یمانی اے حطیم   جنت الفردوس کے واضح اشارو الوداع
جس جگہ رگڑیں ذبیح اللہ نے اپنی ایڑھیاں   چشمۂ زم زم کی ساری آبشارو الوداع
رات کو دن میں بدل ڈالا تیرے کردار نے   روشنی کے قمقمو روشن ستارو الوداع
اعتراف جرم پر ہے ہر طرف آہ و بکا   کوہ فاراں کی منور یاد گارو الوداع
تیری قسمت پر ہیں نازاں ساری دنیا کے پہاڑ   اے حرا اے ثور کی خوش بخت غارو الوداع
بوبکر و فاروق و عثمان حیدر و طلحہ زبیر   روضۂ اقدس کے سارے پہرے دارو الوداع
اے بدر کے خوش نصیبو اے شہید و غازیو   اے محمد مصطفٰے کے جان نثارو الوداع
چھوڑ کر جانا نہیں منظور پر جاتا ہوں میں   اے عرب کے بحر و بر اے کوہسارو الوداع
لے چلی ہیں مجھ کو بزمی میری کچھ مجبوریاں   اے منیٰ عرفات کے لیل و نہارو الوداع

محمد رفیق بزمؔی

19 دسمبر 10ء کو ملت کالج جھنگ میں

ترجمہ قرآن کلاس کی اختتامی نشست

سرزمین جھنگ میں دعوت رجوع الی القرآن کے اثرات اب نظر آتے محسوس ہو رہے ہیں۔ انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ اور معروف تعلیمی ادارے ملت کالج سمن آباد جھنگ کے تعاون سے اگست 08ء میں ہفتہ وار ترجمۃ القرآن کلاس کا آغاز کیا گیا تھا جو بھرپور انداز میں باقاعدگی سے منعقد ہوتی رہی اور شرکاء کی دلچسپی مسلسل برقرار ہی نہیں رہی بلکہ بڑھتی رہی، پرنسپل کالج خود بھی اس میں باقاعدگی سے شریک رہے۔ اہل محلّہ اور شہر کے وکلاء، پروفیسرز، اساتذہ، سرکاری اہل کار اور تاجر حضرات بھی شریک رہے۔ یہ کلاس سوا دو سال تک جاری رہنے کے بعد 19 دسمبر 10ء کو اختتام پذیر ہوئی۔ اس شاندار پروگرام کی اختتامی نشست ملت کالج کی طرف سے بڑے اہتمام سے منعقد ہوئی جس میں قرآن مجید کے دیوانے اور پروانے شریک ہوئے۔ تقریب کی تفصیلات حسب ذیل ہیں:

☆ یہ نشست کالج کے لان میں 10 بجے صبح بروقت شروع ہوئی۔

☆ صدر انجمن خدام القرآن جھنگ و مدیر اعلیٰ ماہنامہ حکمت بالغہ انجینئر مختار فاروقی صاحب نے اس نشست میں سورۃ العلق تا والناس کی سلیس انداز میں ترجمہ اور تشریح بیان کی۔ درس کے اختتام پر محترم فاروقی صاحب نے دعائے ختم قرآن کا ترجمہ اور فضیلت بیان کی۔

☆ درس کے بعد پرنسپل ملت کالج عاصف علی شاہد صاحب نے انجینئر مختار فاروقی صاحب کے تقریباً اڑھائی سال سے جاری اس سلسلہ وار درس کا مختصر جائزہ اور تاریخ پیش کی۔

☆ پہلے مہمان پروفیسر خلیل الرحمٰن سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج ٹوبہ تھے جنہوں نے قرآن حکیم اور ہماری ذمہ داریاں کے عنوان پر پرمغز باتیں کیں۔

☆ پروفیسر حافظ نذیر حسین صاحب وائس پرنسپل گورنمنٹ کالج جھنگ نے فہم قرآن پر دنیاوی ترقی، انعامات الٰہی اور اپنے ذاتی تجربات پر روشنی ڈالی۔

☆ تیسرے مقرر جھنگ کی معروف شخصیت پروفیسر شعبہ تاریخ گورنمنٹ کالج جھنگ غلام سرور صاحب نے عظمت قرآن اور اس کی قوت تسخیر کے عنوان پر روشنی ڈالی۔

☆ مولانا فضل الرحمٰن عرفانی صاحب (فاضل دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) نے قرآن حکیم سے ہماری غفلت کے نقصان، قوموں کے عروج وزوال کو قرآنی آیات اور علامہ اقبال کے اشعار کی روشنی میں علمی انداز میں بیان کیا۔

☆ مہمان خصوصی اور خادم قرآن مولانا محمد انور چیمہ صاحب ایم ایس سی (زراعت) صدر متحدہ مجلس عمل نے قرآن حکیم کی حفاظت اور سابقہ آسمانی کتابوں کے متن کی حفاظت کے ضمن میں اہل کتاب کی مجرمانہ کوتاہی اور تحریف کی تاریخ پر روشنی ڈالی۔

اس تقریب سعید کی اختتامی دعا کے لئے نقیب محفل عاصف علی شاہد صاحب نے انجینئر مختار فاروقی صاحب کو دعوت دی۔ آپ نے مختصر دعا فرمائی۔ بعد میں شرکاء محفل کے لئے تواضع پیش کی گئی۔ اور بحمد اللہ یہ تقریب بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوئی۔